چہارم ایڈیشن: ماہِ محرم 1443ھ/اگست 2021

ماہِ محرّم الحرام سے متعلق دینی تعلیمات سمجھنے کے لیے ایک مفید کتاب

# ماہِ محرّم الحرام

## فضائل، اعمال، بدعات، غلط فہمیاں

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

# پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور کرم نوازی سے چند سال قبل ماہِ محرم الحرام سے متعلق ایک رسالہ تحریر کیا تھا جو کہ بہت مفید ثابت ہوا الحمدللہ۔ پھر گذشتہ سال اس کو اپنے ’’سلسلہ اصلاحِ اغلاط‘‘ کے تحت اضافہ و نظرثانی کے ساتھ قسط وار شایع کیا۔ اب اس سال ارادہ ہوا کہ ان قسطوں کا یکجا کر کے شائع کردیا جائے، سو یہ زیرِ نظر کتاب انھی چند قسطوں کا مجموعہ ہے، البتہ ترتیب میں انھی قسطوں کا انداز برقرار رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے بعض باتیں مکرر بھی درج ہوگئی ہیں۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس تحریر میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل و عیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
ماہِ محرم 1443ھ/ اگست 2021
03362579499

# اجمالی فہرست

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 340:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 1 (تصحیح و نظرثانی شدہ)

# قمری ماہ و سال سے متعلق چند بنیادی باتیں

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

# قمری ماہ و سال سے متعلق چند بنیادی باتیں

ماہِ محرم چوں کہ قمری سال کا پہلا مہینہ ہے اور اسی سے قمری سال کی ابتدا ہوتی ہے اس لیے قمری سال سے متعلق چند اہم باتیں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، ان باتوں سے جہاں قمری سال کی قدر و قیمت معلوم ہو گی وہاں متعدد احکام بھی واضح ہو سکیں گے ان شاء اللہ۔

## قمری سال کا تعلق چاند کے ساتھ ہوتا ہے:

قمری سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہوتا ہے، اس کو قمری سال اس لیے کہا جاتا ہے کہ جن مہینوں سے یہ قمری سال بنتا ہے ان کا تعلق چاند کے ساتھ ہے، اسی وجہ سے یہ مہینے بھی قمری مہینے ہی کہلاتے ہیں جیسا کہ واضح ہے۔اس قمری سال کو اسلامی سال بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

## قمری سال کے بارہ مہینوں کے نام:

| | | |
|---|---|---|
| مُحَرَّمُ الْحَرَام | صَفَرُ الْمُظَفَّر | رَبِيْعُ الْأَوَّل |
| رَبِيْعُ الثَّانِيْ | جُمَادَى الْأُوْلٰى | جُمَادَى الثَّانِيَة |
| رَجَبُ الْمُرَجَّب | شَعْبَانُ الْمُعَظَّم | رَمَضَانُ الْمُبَارَك |
| شَوَّالُ الْمُكَرَّم | ذُو القَعْدَة | ذُو الْحَجَّة |

**تنبیہ:** بہت سے مسلمانوں کو نہ تو قمری مہینوں کے نام یاد ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کا صحیح تلفُّظ معلوم ہوتا ہے حتی کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ کونسا مہینہ کب شروع ہوا اور کب ختم ہوا، یہ قابلِ اصلاح بات ہے کیوں کہ ان مہینوں سے مسلمانوں کا دینی تعلق بھی ہے اور متعدد احکام کا تعلق بھی انھی مہینوں کے ساتھ ہے، اس لیے ان بارہ مہینوں کے ناموں کو درست الفاظ اور تلفُّظ کے ساتھ یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ یہ مسلمانوں کا اسلامی تقاضا ہے۔

## قمری سال کی بہت بڑی خوبی:

قمری یعنی اسلامی سال کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود ہی مقرر فرمائے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ آیت نمبر 36 میں فرماتے ہیں:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (٣٦)

**ترجمہ:**

’’حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا (تقاضا) ہے۔‘‘ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قمری سال کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں، جس سے اسلامی قمری سال اور اس کے مہینوں کی قدر و قیمت، برتری اور اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے۔

## حسابات میں قمری ماہ و سال کی حیثیت اور اہمیت:

قمری سال کی فضیلت اور اہمیت سے متعلق یہ سمجھنا ضروری ہے کہ متعدد وجوہات کی وجہ سے قمری تقویم کو اہمیت، برتری اور فضیلت حاصل ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قمری تقویم کا اہتمام کریں، اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر ’’معارف القرآن‘‘ سے ایک آیت کی تفسیر نقل کرتے ہیں تاکہ اس کی روشنی میں یہ اہم موضوع سمجھنے میں سہولت رہے۔

اللہ تعالیٰ سورتِ بقرہ آیت نمبر 189 میں بیان فرماتے ہیں کہ:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ

**ترجمہ:** ’’لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ انہیں بتادیجیے کہ یہ لوگوں

(کے مختلف معاملات کے) اور حج کے اوقات متعین کرنے کے لیے ہیں۔" (آسان ترجمہ قرآن)

## تفسیر:

"آیتِ مذکورہ میں ذکر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "اَھِلَّۃ" یعنی شروع مہینے کے چاند کے متعلق سوال کیا کہ اس کی صورت آفتاب سے مختلف ہے کہ وہ کبھی باریک ہلالی شکل میں ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہے، پھر پورا دائرہ ہو جاتا ہے، پھر اس میں تدریجی کمی اسی طرح آتی ہے، اس کی حقیقت دریافت کی یا حکمت و مصلحت کا سوال کیا؟ دونوں احتمال ہیں، مگر جو جواب دیا گیا اس میں حکمت و مصلحت کا بیان ہے، اگر سوال ہی یہ تھا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے میں حکمت و مصلحت کیا ہے؟ تب تو جواب اس کے مطابق ہو ہی گیا، اور اگر سوال سے اس گھٹنے بڑھنے کی حقیقت دریافت کرنا مقصود تھا جو صحابہ کرام کی شان سے بعید ہے تو پھر جواب بجائے حقیقت کے حکمت و مصلحت بیان کرنے سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اَجرامِ سماویہ کے حقائق دریافت کرنا انسان کے بس میں بھی نہیں اور ان کا کوئی دینی یا دنیوی کام اس حقیقت کے علم پر موقوف بھی نہیں، اس لیے حقیقت کا سوال فضول ہے، پوچھنے اور بتلانے کی بات یہ ہے کہ چاند کے اس طرح گھٹنے، بڑھنے، چھپنے اور طلوع ہونے سے ہمارے کون سے مصالح وابستہ ہیں؟ اس لیے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہارے مصالح جو چاند سے وابستہ ہیں یہ ہیں کہ اس کے ذریعہ تمہیں اپنے معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنا اور حج کے ایام معلوم کرنا آسان ہو جائے گا۔

## قمری اور شمسی حساب کی شرعی حیثیت:

اس آیت سے تو اتنا معلوم ہوا کہ چاند کے ذریعہ تمہیں تاریخوں اور مہینوں کا حساب معلوم ہو جائے گا جس پر تمہارے معاملات اور عبادات حج وغیرہ کی بنیاد ہے، اسی مضمون کو سورۃ یونس کی آیت نمبر 5 میں اس عنوان سے بیان فرمایا ہے: وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ (یونس)، جس سے معلوم ہوا کہ چاند کو مختلف منزلوں اور مختلف حالات سے گذارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سال اور مہینوں اور

تاریخوں کا حساب معلوم ہو سکے، مگر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 12 میں اس حساب کا تعلق آفتاب سے بھی بتلایا گیا ہے، وہ یہ ہے: ''فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ'' [ترجمہ:] پھر مٹایا رات کا نمونہ، اور بنادیا دن کا نمونہ دیکھنے کو تاکہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا اور تاکہ معلوم کرو گنتی برسوں کی اور حساب۔

اس تیسری آیت سے اگرچہ یہ ثابت ہوا کہ سال اور مہینوں وغیرہ کا حساب آفتاب سے بھی لگایا جاسکتا ہے (کما ذکرہ فی روح المعانی)، لیکن چاند کے معاملہ میں جو الفاظ قرآن کریم نے استعمال کیے ان سے واضح اشارہ اس طرف نکلتا ہے کہ شریعتِ اسلام میں حساب چاند ہی کا متعین ہے خصوصاً اُن عبادات میں جن کا تعلق کسی خاص مہینے اور اس کی تاریخوں سے ہے جیسے: روزہ رمضان، حج کے مہینے، حج کے ایام، محرّم، شبِ برأت وغیرہ سے جو احکام متعلق ہیں؛ وہ سب رؤیتِ ہلال سے متعلق کیے گئے ہیں کیونکہ اس آیت میں ''هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ'' فرما کر بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حساب چاند ہی کا معتبر ہے اگرچہ یہ حساب آفتاب سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔

شریعتِ اسلام نے چاند کے حساب کو اس لیے اختیار فرمایا کہ اس کو ہر آنکھوں والا اُفق پر دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے، عالم، جاہل، دیہاتی، جزیروں پہاڑوں کے رہنے والے جنگلی؛ سب کو اس کا علم آسان ہے، بخلاف شمسی حساب کے کہ وہ آلاتِ رصدیہ اور قواعدِ ریاضیہ پر موقوف ہے جس کو ہر شخص آسانی سے معلوم نہیں کر سکتا، پھر عبادات کے معاملہ میں تو قمری حساب کو بطورِ فرض متعین کر دیا، اور عام معاملات، تجارت وغیرہ میں بھی اسی کو پسند کیا جو عبادتِ اسلامی کا ذریعہ ہے اور ایک طرح کا اسلامی شعار ہے، اگرچہ شمسی حساب کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا، شرط یہ ہے کہ اس کا رواج اتنا عام نہ ہو جائے کہ لوگ قمری حساب کو بالکل بھلادیں کیونکہ ایسا کرنے میں عبادات روزہ وحج وغیرہ میں خلل لازم آتا ہے، جیسا اس زمانے میں عام دفتروں اور کاروباری اداروں بلکہ نجی اور شخصی مکاتبات میں بھی شمسی حساب کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو اسلامی مہینے بھی پورے یاد نہیں رہے، یہ شرعی حیثیت کے علاوہ غیرتِ قومی وملی کا بھی دیوالیہ پن ہے، اگر دفتری معاملات

میں جن کا تعلق غیر مسلموں سے بھی ہے ان میں صرف شمسی حساب رکھیں، باقی نجی خط وکتابت اور روزمرہ کی ضروریات میں قمری اسلامی تاریخوں کا استعمال کریں تو اس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کا ثواب بھی ہوگا اور اپنا قومی شعار بھی محفوظ رہے گا۔ (معارف القرآن)

## خلاصہ:

مذکورہ آیت کی تفسیر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے حسابات اور معاملات میں قمری تقویم کی رعایت کریں بلکہ اسے غالب رکھیں، یہ فرضِ کفایہ بھی ہے، اسلامی غیرت کا تقاضا بھی ہے، اجر وثواب کا باعث بھی ہے اور ایک درجے میں شعائرِ اسلام میں سے بھی ہے۔ یہ متعدد وجوہات ہیں جن کی وجہ سے قمری تقویم کی رعایت اہمیت رکھتی ہے۔

ایک اور اہم وجہ جس کی وجہ سے قمری تقویم کی پاسداری کی اہمیت بڑھ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ متعدد احکام کا تعلق قمری تقویم سے ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

## متعدد شرعی احکام کا تعلق قمری تقویم کے ساتھ ہے:

شریعت کے متعدد احکام کا تعلق قمری تقویم یعنی اسلامی ماہ وسال کے ساتھ ہے جیسے: مناسکِ حج، ماہِ رمضان کے روزے، عشرہ ذوالحجہ، عیدین، تکبیراتِ تشریق، زکوٰۃ، قربانی، صدقۃ الفطر، شبِ برأت، پندرہ شعبان، شبِ قدر، عاشورا، بلوغت، نئے مہینے کا چاند دیکھنا اور ان جیسے دیگر احکام۔ اس لیے قمری تقویم کی رعایت اور اہتمام اہمیت کا حامل ہے خصوصًا ان شرعی احکام میں جن کا تعلق قمری تقویم کے ساتھ ہے تاکہ جب اسلامی ماہ وسال کا علم ہوگا تو ان احکامات کی پاسداری میں سہولت رہے گی۔

## قمری تقویم سے ہماری غفلت اور اس کی ایک اہم مثال:

یہ حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ قمری تقویم یعنی اسلامی ماہ وسال کی نہ تو رعایت کرتے ہیں، نہ اس کے ناموں سے واقف ہیں، نہ اس کے احکام سے واقف ہیں اور نہ اس کی ضرورت کو سمجھتے ہیں۔

قمری تقویم کی اہمیت کو ایک مثال سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں:

## بلوغت کے بارے میں قمری تاریخِ پیدائش نوٹ کرنے کی اہمیت:

آج ایک المیہ یہ بھی ہے کہ مسلمان والدین اپنی اولاد کی انگریزی یا شمسی تاریخِ پیدائش تو نوٹ کر لیتے ہیں لیکن قمری تاریخِ پیدائش کی طرف توجہ اور اہمیت ہی نہیں دیتے، اور یوں سمجھتے ہیں کہ قمری تاریخِ پیدائش نوٹ کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں، آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ حقیقت سمجھ آجائے:

## مسئلہ:

جب لڑکے کی عمر قمری یعنی سال کے اعتبار سے 12 سال اور لڑکی کی عمر 9 سال ہو جائے تو اس کے بعد جب بھی بلوغت کی علامات [جیسے لڑکے کو احتلام، انزال وغیرہ، اور لڑکی کو ماہواری، احتلام وغیرہ] ظاہر ہو جائیں تو یہ دونوں بالغ ہو جاتے ہیں، البتہ اگر بلوغت کی کوئی بھی علامت ظاہر نہ ہو تو پھر قمری اعتبار سے 15 سال کی عمر میں دونوں بالغ شمار کیے جائیں گے۔

(صحیح مسلم حدیث: 4814 مع تکملۃ فتح الملہم، عالمگیریہ، ملتقی الابحر، کنزالدقائق مع البحر الرائق)

اس سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور لڑکی دونوں کی بلوغت میں قمری سال کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اگر لڑکے یا لڑکی کی قمری تاریخِ پیدائش کا علم نہ ہو تو اس کی بلوغت کا فیصلہ کس قدر مشکل ہوگا؟ کیوں کہ اگر لڑکا یا لڑکی میں کوئی بلوغت کی علامت ظاہر نہ ہوئی تو پھر اس کو بالغ قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس کی عمر قمری اعتبار سے 15 سال ہو چکی ہے۔ اسی طرح یہ بھی سمجھیے کہ لڑکی چوں کہ 9 قمری سال سے پہلے بالغ نہیں ہو سکتی اس لیے اس کو 9 قمری سال سے پہلے جو خون آئے تو اس کو ماہواری یعنی حیض نہیں کہتے بلکہ وہ استحاضہ یعنی بیماری ہے، اس کی بنا پر اس کو بالغ شمار نہیں کیا جاسکتا، تو جب اسلامی اور قمری عمر کا علم ہی نہ ہو تو یہ فیصلہ کیسے ہوگا کہ وہ خون حیض ہے یا استحاضہ؟ اور وہ بالغ شمار ہوگی یا نہیں؟؟

## حاصلِ کلام:

یقیناً یہ مثال کافی ہو گی قمری اور اسلامی ماہ وسال کی اہمیت سمجھنے کے لیے ! ! البتہ ماقبل میں آیت کی تفسیر میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ :

''عبادات کے معاملہ میں تو قمری حساب کو بطورِ فرض متعین کر دیا، اور عام معاملات، تجارت وغیرہ میں بھی اسی کو پسند کیا جو عباداتِ اسلامی کا ذریعہ ہے اور ایک طرح کا اسلامی شعار ہے، اگرچہ شمسی حساب کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا، شرط یہ ہے کہ اس کا رواج اتنا عام نہ ہو جائے کہ لوگ قمری حساب کو بالکل بھلا دیں کیونکہ ایسا کرنے میں عبادات روزہ وحج وغیرہ میں خلل لازم آتا ہے جیسا اس زمانے میں عام دفتروں اور کاروباری اداروں بلکہ نجی اور شخصی مکاتبات میں بھی شمسی حساب کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو اسلامی مہینے بھی پورے یاد نہیں رہے، یہ شرعی حیثیت کے علاوہ غیرتِ قومی وملی کا بھی دیوالیہ پن ہے، اگر دفتری معاملات میں جن کا تعلق غیر مسلموں سے بھی ہے ان میں صرف شمسی حساب رکھیں، باقی نجی خط وکتابت اور روزمرہ کی ضروریات میں قمری اسلامی تاریخوں کا استعمال کریں تو اس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کا ثواب بھی ہو گا اور اپنا قومی شعار بھی محفوظ رہے گا۔'' (معارف القرآن)

## ہجری سال کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟

ماقبل کی تفصیل سے یہ معلوم ہوچکا ہے کہ اسلامی قمری سال اور مہینوں کا آغاز اس کائنات کے روزِ اول ہی سے ہوا، اس لیے حضرت آدم علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائے تو اسی وقت سے اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ قمری سال کے حوالے سے تو یہاں تک معاملہ یکساں رہا، البتہ سَن کی تعیین میں ہر دور کی عادت مختلف رہی ہے کہ مختلف زمانوں میں لوگ اپنے حسابات، معاملات اور واقعات کی پہچان کے لیے سہولت کی خاطر اپنی تہذیب وتمدن اور قوم وقبیلے کے اعتبار سے کسی اہم واقعے اور سانحے کو بنیاد بناکر سَن کا حساب لگاتے تھے تاکہ آسانی رہے، جیسے اگر کسی واقعے کی پہچان مقصود ہو کہ یہ کب پیش آیا؟ تو وہ یہ کہہ دیتے کہ یہ واقعہ طوفانِ نوح کے تیسرے سال پیش آیا، یا یہ معاملہ اصحابِ فیل کے واقعے کے دوسرے سال طے ہوا، اس طرح مختلف اہم واقعات سَن کی بنیاد بنائے گئے، گویا کہ کسی نے حضرت آدم علیہ السلام کی بعثت کو سَن مقرر کیا، کسی نے طوفانِ نوح کو، کسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کو، کسی نے حضرت موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کے نجات کو، تو کسی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت کو سن مقرر کیا، الغرض یہ سلسلہ چلتا رہا۔

اس حوالے سے امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے امام شعبی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے کہ: ”جب اولادِ آدم کی کثرت ہوگئی تو انھوں نے آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے کو سن مقرر کیا، پھر یہاں سے یہ سلسلہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے تک چلا، یہاں سے حضرت موسی علیہ السلام کے مصر سے نکلنے تک چلا، پھر یہاں سے حضرت داود علیہ السلام تک چلا، اس طرح یہ تاریخی سلسلہ حضرت عیسی علیہ السلام تک جا پہنچا۔“

حضور اقدس ﷺ کے بعثت کے زمانے میں بھی عرب میں بعض اہم واقعات، سانحات، جنگوں، واقعہ اصحابِ فیل یا تعمیرِ بیت اللہ کو بنیاد بناکر سَن کی تعیین اور حساب لگانے کا معمول تھا، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتوحات کی کثرت ہوئی اور حسابات کی پہچان کے لیے سن کی تعیین کی ضرورت بڑھ گئی تو انھوں نے جلیل القدر صحابہ کرام کی مشاورت سے حضور اقدس ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کو بنیاد بناکر وہی سے

ہجری سن کا آغاز فرمایا، اس طرح یہ جاننا آسان ہو گیا کہ کونسا واقعہ ہجرت کے کونسے سال پیش آیا، اور یہ سلسلہ الحمدللہ آج تک جاری ہے۔ البتہ بعض روایات کے مطابق حضور اقدس ﷺ کے حکم ہی سے ہجرت کے وقت ہجری سن مقرر ہوا، اس بات کو تسلیم کرنے کی صورت میں پہلے قول کا مطلب یہ ہوگا کہ ہجری سن تو حضور اقدس ﷺ ہی کے دور میں مقرر ہوا البتہ سرکاری طور پر حسابات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے شروع ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس کی تفصیل ''عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری'' کی درج ذیل عبارت میں دیکھیے:

بابُ التَّارِيخِ: مِنْ أَيْنَ أَرَّخُوا التَّارِيخَ؟:

أَي: هَذَا بَاب فِي بَيَان التَّارِيخ: هُوَ تَعْرِيف الْوَقْت وَكَذَلِكَ التوريخ .... قَوْله: (من أَيْن أَرخُوا التَّارِيخ؟) أَي: ابْتِدَاء التَّارِيخ من أَي وَقت كَانَ، وَفِيه اخْتِلَاف فروى ابْن الْجَوْزِيّ بِإِسْنَادِهِ إِلَى الشّعبِيّ، قَالَ: لما كثر بَنو آدم فِي الأَرْض وانتشروا أَرخُوا من هبوط آدم، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام ثمَّ إِلَى زمَان يُوسُف عَلَيْهِ السَّلَام ثمَّ إِلَى خُرُوج مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام من مصر بني إسرائيل ثمَّ إِلَى زمَان دَاوُد عَلَيْهِ السَّلَام، فَكَانَ التَّارِيخ مِنْهُ إِلَى الطوفان، ثمَّ إِلَى نَار الْخَلِيل عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، ثمَّ إِلَى زمَان سُلَيْمَان عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، ثمَّ إِلَى زمَان عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، وَرَوَاهُ أَيْضا ابْن إِسْحَاق عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله تَعَالَى عَنْهُمَا، وَحكى مُحَمَّد بن سعد عَن ابْن الْكَلْبِيّ: أَن حمير كَانَت تؤرخ بالتبابعة، وغسان بالسد، وَأهل صنعاء بِظُهُور الْحَبَشَة على الْيمن، ثمَّ بِغَلَبَة الْفرس، ثمَّ أرخت الْعَرَب بِالْأَيَّامِ الْمَشْهُورَة: كحرب البسوس، وداحس، والغبراء، وبيوم ذِي قار، والفجارات وَنَحْوهَا، وَبَين حَرْب البسوس ومبعث نَبينَا ﷺ سِتُّونَ سنة. وَقَالَ ابْن هِشَام الْكَلْبِيّ عَن أَبِيه: أما الرّوم فَأَرختْ بقتل دَارا بن دَارا إِلَى ظُهُور الْفرس عَلَيْهِم، وَأما القبط فَأَرختْ ببخت نصر إِلَى فلابطرة صَاحِبَة مصر، وَأما الْيَهُود فَأَرختْ بخراب بَيت الْمُقَدّس، وَأما النَّصَارَى فبرفع الْمَسِيح عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام. وَأما ابْتِدَاء تَارِيخ الْإِسْلَام فَفِيهِ اخْتِلَاف أَيْضا فروى الْحَافِظ ابْن عَسَاكِر فِي «تَارِيخ دمشق»: عَن

أنس بن مَالك أَنه كَانَ التَّارِيخ من مقدم رَسُول اللهﷺ الْمَدِينَة فِي ربيع الأول، فأرخوا. وَعَن ابْن عَبَّاس: قدم النَّبِي ﷺ الْمَدِينَة وَلَيْسَ لَهُم تَارِيخ، وَكَانُوا يؤرخون بالشهر والشهرين من مقدمه، فأقاموا على ذَلِك إِلَى أَن توفّي النَّبِي ﷺ، وَانْقطع التَّارِيخ، وَمَضَت أَيَّام أبي بكر على هَذَا وَأَرْبع سِنِين من خلَافَة عمر على هَذَا، ثمَّ وضع التَّارِيخ، وَاخْتلفُوا فِي سَببه، فروى ابْن السَّمرقَنْدِي: أَن أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيّ رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ كتب إِلَى عمر رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ أَنه يأتينا مِنْك كتب لَيْسَ لَهَا تَارِيخ، فأرخ لتستقيم الْأَحْوَال، فأرخ. وَقَالَ أَبُو الْيَقظَان: رفع إِلَى عمر صك مَحَله فِي شعْبَان، فَقَالَ: أَي شعْبَان هَذَا؟ الَّذِي نَحن فِيهِ أم الْمَاضِي أم الَّذِي يَأْتِي؟ وَقَالَ الْهَيْثَم ابْن عدي: أول من أرخ يعلى بن أُميَّة، كتب إِلَى عمر من الْيمن كتابا مؤرخًا فَاسْتَحْسَنَهُ وَشرع فِي التَّارِيخ. وَقَالَ ابْن عَبَّاس: لما عزم عمر على التَّارِيخ جمع الصَّحَابَة فاستشارهم، فَقَالَ سعد بن أبي وَقاص: أرخ لوفاة رَسُول الله ﷺ، وَقَالَ طَلْحَة: أرخ لمبعثه، وَقَالَ عَليّ بن أبي طَالب: أرخ لهجرته؛ فَإِنَّهَا فرقت بَين الْحق وَالْبَاطِل، وَقَالَ آخَرُونَ: لمولده، وَقَالَ قوم: لنبوته، وَكَانَ هَذَا فِي سنة سبع عشرَة من الْهِجْرَة، وَقيل: فِي سنة سِتّ عشرَة، وَاتَّفَقُوا على قَول عَليّ رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، ثمَّ اخْتلفُوا فِي الشُّهُور، فَقَالَ عبد الرَّحْمَن بن عَوْف: أرخ لرجب؛ فَإِنَّهُ أول الْأَشْهر الْحرم، وَقَالَ طَلْحَة: من رَمَضَان؛ لِأَنَّهُ شهر الْأمة، وَقَالَ عَليّ: من الْمحرم؛ لِأَنَّهُ أول السّنة.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

یکم محرم الحرام1442ھ/21 اگست2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 341:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 2 (تصحیح و نظرثانی شدہ)

# ماہِ محرم کی فضیلت، اہمیت اور اعمال

## مع ماہِ محرم سے متعلق غیر شرعی نظریات و اعمال کا اجمالی تذکرہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## ماہِ محرم الحرام سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات سمجھنے کی ضرورت:

محرم الحرام قمری اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، اسی سے قمری اسلامی سال کی ابتدا ہوتی ہے، شریعت کی نگاہ میں اس مہینے کو بڑی ہی فضیلت اور اہمیت حاصل ہے جس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی ان شاءاللہ، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا المیہ اور افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ امت میں اس ماہِ محرم و محترم سے متعلق نظریاتی اور عملی طور پر بہت سی بدعات ورسومات، غیر شرعی افعال اور بے بنیاد باتیں عام ہیں، اس مہینے کے حوالے سے طرح طرح کی منگھڑت چیزیں عام کی گئیں ہیں جو کہ واضح طور پر قرآن وسنت کے خلاف ہیں، اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ اس ماہ محرم و محترم کی حقیقت، فضیلت اور اہمیت سے متعلق صحیح اور معتبر دینی تعلیمات دُھندلا کر رہ گئی ہیں حتی کہ امت کا ایک بڑا طبقہ اس ماہِ محرم و محترم سے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہے، اور دینی تعلیمات سے ناواقفیت ہی کا نتیجہ ہے کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان اس ماہ سے متعلق نظریاتی اور عملی طور پر شریعت کی خلاف ورزی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور انھیں نہیں معلوم کہ اس ماہ کے بارے میں دینِ اسلام کا صحیح نقطہ نظر کیا ہے!!

## ماہِ محرم سے متعلق اہلِ علم کی ذمہ داری:

اس تمام افسوس ناک صورتحال میں حضرات اہلِ علم کی یہ بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس ماہ سے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں امت کی راہنمائی فرمائیں تاکہ امت میں صحیح تعلیمات عام ہو جائیں، اور خلافِ شرع اور منگھڑت باتوں کی نشاندہی اور خاتمہ ہو سکے۔

## ماہِ محرم سے متعلق ایک مسلمان کی ذمہ داری:

ایک عام مسلمان کی بھی یہ بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس ماہ سے متعلق مستند اہلِ علم اور مفتیان کرام سے راہنمائی لے، قرآن وسنت کی صحیح تعلیمات پر مبنی ان کی اس راہنمائی میں اس ماہِ محرم و محترم سے متعلق اپنے نظریات اور اعمال کا جائزہ لے کر ان کی اصلاح کرے، ماہ محرم کی حقیقت، فضیلت اور اہمیت کو سمجھنے کی کوشش

کرے، نظریاتی اور عملی طور پر شرعی تعلیمات پر عمل کرکے اس ماہ کے فضائل حاصل کرنے کی کوشش کرے اور ہر اُس نظریے اور عمل سے اجتناب بلکہ اس سے بڑھ کر نفرت اور بیزاری کا اظہار کرے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ یہی مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔

زیرِ نظر قسط وار سلسلے میں قرآن وسنت کی روشنی میں ماہِ محرم الحرام کی حقیقت، اہمیت، فضیلت اور اعمال ذکر کرنے کے ساتھ مروّجہ غیر شرعی نظریات اور اعمال کی نشاندہی بھی کی جائے گی ان شاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے، سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## ماہِ محرم سے متعلق غیر شرعی اور غلط نظریات واعمال کا اجمالی تذکرہ:

ماہِ محرم سے متعلق امت میں متعدد غیر شرعی اور غلط نظریات واعمال رائج ہیں، ذیل میں ان میں سے بنیادی باتوں کا اجمالی تذکرہ کرتے ہیں:

1۔ بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ماہِ محرم یا دس محرم کو جو فضیلت حاصل ہے وہ سیدنا حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات ہر گز درست نہیں۔

2۔ بہت سے لوگ سیدنا حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے اس مہینے کو غم کا مہینہ سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اس مہینے کو غم کے طور پر ہی مناتے ہیں، اسی بنیاد پر اس مہینے میں شادی بیاہ نہیں کرتے، مکان کی تعمیر نہیں کرتے، خوشی کی کوئی بھی تقریب منعقد نہیں کرتے، جائز زیب وزینت اختیار نہیں کرتے، نئے کپڑے نہیں خریدتے اور نہ ہی پہنتے ہیں، عورتیں مہندی نہیں لگاتیں، بعض لوگ غم کی وجہ سے اس مہینے میں سیاہ لباس پہنتے ہیں اور سوگ مناتے ہیں، یہ تمام باتیں غیر شرعی ہیں۔

3۔ بہت سے لوگ ماہِ محرم میں نکاح کرنے کو معیوب اور غلط سمجھتے ہیں بلکہ اس مہینے میں نکاح کرنے کو نحوست کا باعث قرار دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نکاح کی تاریخ طے کرنے سے پہلے باقاعدہ اس مہینے پر نظر رکھی جاتی ہے کہ اگر کہیں اس مہینے میں نکاح کی تاریخ آرہی ہو تو بدفالی اور بدشگونی لیتے ہوئے اسے تبدیل کیا جاتا ہے تاکہ

""نحوست"" سے حفاظت ہو سکے اور شادی کامیاب رہے۔ یہ بھی ایک غیر شرعی نظریہ ہے۔

4۔ بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا غم منانا حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے، اس لیے اس ماہِ محرم میں غم منانا درست ہے۔ یہ بھی واضح غلط فہمی ہے۔

5۔ ماہِ محرم خصوصًا عاشورا کے دن سیدنا حضرت حسین اور دیگر اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی شہادت کے غم میں نوحہ اور ماتم کرنے، مرثیے پڑھنے، مجالس منعقد کرنے، بیانات کرنے کا عام رواج ہو چکا ہے، یہ تمام کام شریعت کے خلاف ہیں۔

6۔ بہت سے لوگ ماہِ محرم خصوصًا نویں اور دسویں محرم کو سبیلیں لگا کر دودھ یا شربت پلاتے ہیں، حلیم، چاول یا دیگر کھانے پکا کر تقسیم کرتے ہیں؛ یہ تمام تر چیزیں بدعات کے زمرے میں آتی ہیں جن سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

7۔ بہت سے لوگ ماہِ محرم کی بدعات پر مشتمل کھانے اور سبیلوں کی مجالس اور مقامات میں شریک ہوتے ہیں جس کا ناجائز اور گناہ ہونا واضح ہے۔

8۔ بعض خطیب حضرات اپنے بیانات میں ماہِ محرم سے متعلق منگھڑت اور غیر معتبر روایات، واقعات اور عملیات بیان کرتے رہتے ہیں، اسی طرح سیدنا حضرت حسین، شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم اور واقعہ کربلا سے متعلق بھی خود ساختہ واقعات اور روایات بیان کرتے رہتے ہیں۔ واضح رہے کہ ایسی باتیں شریعت کی نظر میں غلط، ناپسندیدہ اور واجب الاِصلاح ہیں۔

یہ ماہِ محرم سے متعلق غیر شرعی نظریات واعمال کا اجمالی تذکرہ ہے، ان تمام باتوں کی تفصیل اس سلسلہ کے تحت قسط وار ذکر ہوگی ان شاء اللہ۔

# ماہِ محرّم الحرام کے فضائل اور اعمال

## ماہِ محرّم حرمت اور عظمت والا مہینہ ہے:

ماہِ محرم اُن چار بابرکت مہینوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بناتے وقت ہی سے بڑی عزت، احترام، فضیلت اور اہمیت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ نمبر 36 میں فرماتے ہیں:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ﴿٣٦﴾

**ترجمہ:**

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا (تقاضا) ہے۔" (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قمری اسلامی سال کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں، جس سے قمری اسلامی سال اور اس کے مہینوں کی قدر و قیمت اور اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت، عظمت اور احترام والے ہیں، ان کو "**اَشْهُرُ الْحُرُم**" کہا جاتا ہے، یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے جن سے ان چار مہینوں کی تعیین بھی واضح ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ: "زمانہ اب اپنی اُسی ہیئت اور شکل میں واپس آگیا ہے جو اُس وقت تھی جب اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا تھا (اس ارشاد سے مشرکین کے ایک غلط نظریے اور طرزِ عمل کی تردید مقصود ہے جس کا ذکر اسی سورتِ توبہ آیت نمبر 37 میں موجود ہے۔)، سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حُرمت (، عظمت اور احترام) والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں یعنی: ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ اور مُحرم، اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو کہ جُمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔"

٣١٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا: أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ».

## ''اَشْهُرُ الْحُرُم'' کی فضیلت کا نتیجہ اور اس کا تقاضا:

ان چار مہینوں (یعنی ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ، مُحرم اور رجب) کی عزت و عظمت اور احترام کی بدولت ان میں ادا کی جانے والی عبادات کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ گناہوں کے وبال اور عذاب میں بھی زیادتی ہوتی ہے۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان مہینوں میں عبادات کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کا بخوبی اہتمام کرنا چاہیے۔ حضرات اہلِ علم فرماتے ہیں کہ جو شخص ان چار مہینوں میں عبادت کا اہتمام کرتا ہے اس کو سال کے باقی مہینوں میں بھی عبادات کی توفیق ہو جاتی ہے، اور جو شخص ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے تو سال کے باقی مہینوں میں بھی اسے گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔

(احکام القرآن للجصاص سورۃ التوبہ آیت:36، معارف القرآن سورۃ التوبہ آیت:36)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر ''معارف القرآن'' سے اس آیت کی تفسیر نقل کی جاتی ہے، مفتی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے، اور ان میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال اور عذاب بھی زیادہ ہے۔''

مفتی صاحب رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ:

''پہلی آیت میں ارشاد ہے: ''إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا'' اس میں لفظِ عِدَّةَ تعداد کے معنی میں ہے، اور ''شُهُور'' شَہر کی جمع ہے، ''شَهر'' کے معنی مہینہ ہے، معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ متعین ہے، اس میں کسی کو کمی بیشی کا کوئی اختیار نہیں۔

اس کے بعد ''فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ'' کا لفظ بڑھا کر بتلا دیا کہ یہ بات ازل سے لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی تھی، پھر ''يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ'' فرما کر اشارہ کر دیا کہ قضائے خداوندی اس معاملہ میں اگرچہ ازل میں جاری ہو چکی تھی، لیکن یہ مہینوں کی ترتیب اور تعیین اس وقت عمل میں آئی جب آسمان وزمین پیدا کیے گئے۔

پھر ارشاد فرمایا: ''مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ''، یعنی ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، ان کو حرمت والا دو معنی کے اعتبار سے کہا گیا: ایک تو اس لیے کہ ان میں قتل و قتال حرام ہے، دوسرے اس لیے کہ یہ مہینے متبرک اور واجب الاحترام ہیں، ان میں عبادات کا ثواب زیادہ ملتا ہے، ان میں سے پہلا حکم تو شریعتِ اسلام میں منسوخ ہو گیا، مگر دوسرا حکم احترام و ادب اور ان میں عبادت گذاری کا اہتمام اسلام میں بھی باقی ہے۔

حجۃ الوداع کے خطبہ یوم النحر میں رسول کریم ﷺ نے ان مہینوں کی تشریح یہ فرمائی کہ تین مہینے مسلسل ہیں: ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک مہینہ رجب کا ہے۔ مگر ماہِ رجب کے معاملہ میں عرب کے دو قول مشہور تھے، بعض قبائل اس مہینہ کو رجب کہتے تھے جس کو ہم رمضان کہتے ہیں، اور قبیلہ مضر کے نزدیک رجب وہ مہینہ تھا جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو رجبِ مضر فرما کر یہ وضاحت بھی فرما دی کہ جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے وہ ماہِ رجب مراد ہے۔

''ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ'': یہ ہے دینِ مستقیم، یعنی مہینوں کی تعیین اور ترتیب اور ان میں ہر مہینہ خصوصًا ''اَشْهُرُ الْحُرُم'' کے متعلق جو احکام ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے حکمِ ازلی کے مطابق رکھنا ہی دینِ مستقیم ہے، اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی اور تغیر و تبدل کرنا کج فہمی اور کج طبعی کی علامت ہے۔

''فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ أَنْفُسَكُمْ'': یعنی ان مقدس مہینوں میں تم اپنا نقصان نہ کر بیٹھنا کہ ان کے معینہ احکام و احترام کی خلاف ورزی کر دو یا ان میں عبادت گذاری میں کوتاہی کرو۔

امام جصاص رحمہ اللہ نے ''احکام القرآن'' میں فرمایا کہ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور برے کاموں

سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، اس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔" (معارف القرآن: 370/4تا372)

"احکام القرآن للجصاص" کی ایمان افروز عبارت ملاحظہ فرمائیں جو کہ سورۃ التوبہ آیت نمبر 36 کی تفسیر میں مذکور ہے:

وَإِنَّمَا سَمَّاهَا حُرُمًا؛ لِمَعْنَيَيْنِ: أَحَدُهُمَا: تَحْرِيمُ الْقِتَالِ فِيهَا وَقَدْ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ أَيْضًا يَعْتَقِدُونَ تحريم القتال فيها، وقال الله تعالى: «يسئلونك عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فيه كبير»، وَالثَّانِي: تَعْظِيمُ انْتِهَاكِ الْمَحَارِمِ فِيهَا بِأَشَدَّ مِنْ تَعْظِيمِهِ فِي غَيْرِهَا وَتَعْظِيمِ الطَّاعَاتِ فِيهَا أَيْضًا، وَإِنَّمَا فَعَلَ اللّٰهُ تَعَالَى ذَلِكَ؛ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَصْلَحَةِ فِي تَرْكِ الظُّلْمِ فِيهَا لِعِظَمِ مَنْزِلَتِهَا فِي حُكْمِ اللّٰهِ وَالْمُبَادَرَةِ إِلَى الطَّاعَاتِ من الاعتمار وَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَغَيْرِهَا كَمَا فَرَضَ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ فِي يَوْمٍ بِعَيْنِهِ وَصَوْمَ رَمَضَانَ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ وَجَعَلَ بَعْضَ الْأَمَاكِنِ فِي حُكْمِ الطَّاعَاتِ، وَمُوَاقَعَةُ الْمَحْظُورَاتِ أَعْظَمُ مِنْ حُرْمَةِ غَيْرِهِ نَحْوَ بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ، فَيَكُونُ تَرْكُ الظُّلْمِ وَالْقَبَائِحِ فِي هَذِهِ الشُّهُورِ وَالْمَوَاضِعِ دَاعِيًا إلى تركها في غيره، ويصير فِعْلِ الطَّاعَاتِ وَالْمُوَاظَبَةِ عَلَيْهَا فِي هَذِهِ الشُّهُورِ وَهَذِهِ الْمَوَاضِعِ الشَّرِيفَةِ دَاعِيًا إِلَى فِعْلِ أَمْثَالِهَا فِي غَيْرِهَا لِلْمُرُورِ وَالِاعْتِيَادِ وَمَا يَصْحَبُ اللّٰهُ الْعَبْدَ مِنْ تَوْفِيقِهِ عِنْدَ إِقْبَالِهِ إِلَى طَاعَتِهِ وَمَا يَلْحَقُ الْعَبْدَ مِنَ الْخِذْلَانِ عِنْدَ إِكْبَابِهِ عَلَى الْمَعَاصِي وَاشْتِهَارِهِ وَأُنْسِهِ بِهَا، فَكَانَ فِي تَعْظِيمِ بَعْضِ الشُّهُورِ وَبَعْضِ الْأَمَاكِنِ أَعْظَمُ الْمَصَالِحِ فِي الِاسْتِدْعَاءِ إِلَى الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْقَبَائِحِ، وَلِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تَجُرُّ إِلَى أَشْكَالِهَا وَتُبَاعِدُ مِنْ أَضْدَادِهَا فَالِاسْتِكْثَارُ مِنَ الطَّاعَةِ يَدْعُو إِلَى أَمْثَالِهَا وَالِاسْتِكْثَارُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ يَدْعُو إِلَى أَمْثَالِهَا.

## ماہِ محرم کی فضیلت اور حُرمت کا تقاضا:

ان چار مہینوں میں سے چوں کہ ماہِ محرم کا مہینہ بھی ہے، اس لیے اس کی عزت واحترام کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اس مہینے میں عبادات کی طرف بھرپور توجہ دی جائے اور گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔

## عاشورا کے دن کی خصوصی فضیلت:

ویسے تو محرم کے پورے مہینے کی فضیلت ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، البتہ محرم کے مہینے میں خصوصیت کے ساتھ عاشورا یعنی محرم کی دسویں تاریخ کی فضیلت محرم کے باقی دنوں کی بنسبت زیادہ ہے، اس دن تاریخِ انسانی میں متعدد عظیم واقعات کا ظہور بھی ہوا۔ عاشورا کی اسی خصوصی فضیلت کی وجہ سے اس دن عبادات کی فضیلت اور اہمیت بھی زیادہ ہے، مزید تفصیل آگے بیان کی جائے گی ان شاء اللہ۔

## ماہِ محرم کے عمومی اعمال:

ما قبل میں مذکور تفصیل سے ماہِ محرم کی عمومی عبادات کی حقیقت اور اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ محرم کے مہینہ کی فضیلت اور اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں گناہوں سے خصوصی طور پر اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ عبادات کا بھی خوب اہتمام کیا جائے۔ یہ عبادات دن میں بھی ادا کی جا سکتی ہیں اور رات میں بھی، اس کے لیے کوئی وقت یا تاریخ خاص نہیں اور نہ ہی اس کے لیے کوئی خاص عبادت مقرر ہے، بلکہ ہر شخص اپنی وسعت کے مطابق پورے مہینے کے شب وروز میں موقع محل کے اعتبار سے جس قدر فرائض، واجبات، سنتوں، مستحبات، نوافل، ذکر و تلاوت، دعاؤں، صدقات، روزوں اور دیگر نیک اعمال کا اہتمام کر سکتا ہے تو یہ بڑی ہی سعادت کی بات ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
2 محرم الحرام 1442ھ/ 22 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 342:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 3 (تصحیح و نظرِ ثانی شدہ)

# ماہِ محرم کے روزوں کے فضائل واحکام

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## ماہِ محرم کے روزوں کی فضیلت:

محرم قمری اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، اسی سے قمری اسلامی سال کی ابتدا ہوتی ہے، شریعت کی نگاہ میں اس مہینے کو بھی بڑی حُرمت، عظمت، فضیلت اور اہمیت حاصل ہے، اسی وجہ سے اس ماہِ محرم میں عبادات کی ادائیگی بھی بڑی فضیلت اور اہمیت رکھتی ہے۔ اس ماہ کی عبادات میں سے ایک اہم عبادت روزہ بھی ہے کہ اس ماہِ محرم میں روزے رکھنے کی بھی فضیلت ہے، ہر دن کے روزے کی فضیلت ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

## ماہِ محرّم حرمت اور عظمت والا مہینہ ہے:

ماہِ محرم اُن چار بابرکت مہینوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بناتے وقت ہی سے بڑی عزت، احترام، فضیلت اور اہمیت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ آیت نمبر 36 میں فرماتے ہیں:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ (٣٦)

**ترجمہ:**

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا (تقاضا) ہے۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قمری اسلامی سال کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں، جس سے قمری اسلامی سال اور اس کے مہینوں کی قدر و قیمت اور اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت، عظمت اور احترام والے ہیں، ان کو ”**اَشْهُرُ الْحُرُم**“ کہا جاتا ہے، یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے جن سے ان چار مہینوں کی تعیین بھی واضح ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ: ”زمانہ اب اپنی اُسی ہیئت اور شکل میں واپس آگیا ہے جو اُس وقت تھی

جب اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا تھا(اس ارشاد سے مشرکین کے ایک غلط نظریے اور طرزِ عمل کی تردید مقصود ہے جس کا ذکر اسی سورتِ توبہ آیت نمبر 37 میں موجود ہے۔)، سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حُرمت (، عظمت اور احترام) والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں یعنی: ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ اور مُحرم، اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو کہ جُمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔“

٣١٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا: أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ».

## ”اَشْهُرُ الْحُرُم“ کی فضیلت کا نتیجہ اور اس کا تقاضا:

ان چار مہینوں (یعنی ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ، مُحرم اور رجب) کی عزت وعظمت اور احترام کی بدولت ان میں ادا کی جانے والی عبادات کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ گناہوں کے وبال اور عذاب میں بھی زیادتی ہوتی ہے۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان مہینوں میں عبادات کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کا بخوبی اہتمام کرنا چاہیے۔ حضرات اہلِ علم فرماتے ہیں کہ جو شخص ان چار مہینوں میں عبادت کا اہتمام کرتا ہے اس کو سال کے باقی مہینوں میں بھی عبادات کی توفیق ہو جاتی ہے، اور جو شخص ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے تو سال کے باقی مہینوں میں بھی اسے گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔

(احکام القرآن للجصاص سورۃ التوبہ آیت: 36، معارف القرآن سورۃ التوبہ آیت: 36)

## ماہِ محرّم کی حرمت کا تقاضا:

چوں کہ ماہِ محرم بھی ان چار مبارک مہینوں میں سے ہے، اس لیے اس میں بھی عبادات کی ادائیگی اور گناہوں سے اجتناب بڑی اہمیت رکھتا ہے، چوں کہ روزہ بھی ایک اہم عبادت ہے اس لیے اس سے ماہِ محرم کے

پورے مہینے میں روزے رکھنے کی فضیلت بخوبی ثابت ہو جاتی ہے۔

## ماہِ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہِ محرم کے ہیں:

احادیثِ مبارکہ میں خصوصی طور پر محرم کے روزوں کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرّم کے ہیں، اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی ہے۔‘‘

٢٨١٢: حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ».

## یومِ عاشورا کے روزے کی فضیلت:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ماہِ محرم کے پورے مہینے کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے، البتہ اس ماہ میں خصوصیت کے ساتھ عاشورا یعنی محرم کی دسویں تاریخ کے روزے کو بڑی فضیلت حاصل ہے کہ اس دن کا روزہ مہینے کے باقی ایام کے روزوں سے افضل ہے، روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ عاشورا کے دن کے روزے اور ماہِ رمضان کے روزوں کو دیگر ایام پر فضیلت دیتے تھے۔

- صحیح بخاری میں ہے:

٢٠٠٦: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ.

2۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’عاشورا کے دن روزہ

رکھنے سے پچھلے ایک سال کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٨٠٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ -قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ- عَنْ غَيْلاَنَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِى قَتَادَةَ .... «صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِى قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِى بَعْدَهُ، وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِى قَبْلَهُ».

## یومِ عاشورا کے روزے کا تاریخی پہلو:

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے حضور اقدس ﷺ مکہ میں عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، مدینہ آنے کے بعد حضور اقدس ﷺ نے دیکھا کہ یہود اس دن روزہ رکھتے ہیں، تو حضور اقدس ﷺ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، تو یہود نے کہا کہ یہ عاشورا تو عظیم الشان دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی تھی، اور فرعون کو اپنی قوم سمیت غرق کر دیا تھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھا، اس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "ہم حضرت موسی علیہ السلام کے تم سے زیادہ حق دار ہیں۔"

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٧١٤: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ «مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِى تَصُومُونَهُ؟» فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، أَنْجَى اللهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا، فَنَحْنُ نَصُومُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ»، فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے عاشورا کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، (اسی سے

بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا۔) پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”عاشورا کا روزہ رکھنے سے متعلق ہر ایک کو اختیار ہے، کوئی رکھنا چاہے تو رکھ لے اور نہ رکھنا چاہے تو نہ رکھے۔“ اس سے عاشورا کے روزے کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی البتہ اس کا مستحب ہونا برقرار رہا۔

- صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ:

١٥٩٢: عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الْكَعْبَةُ، فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ».

٢٠٠٢: عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

## یومِ عاشورا کے روزے کے ساتھ ایک اور روزہ ملانے کی حقیقت اور حکم:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے جب عاشورا کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہود و نصاریٰ تو اس دن کی تعظیم کرتے ہیں، تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”ان شاء اللہ اگلے سال ہم نو تاریخ کا روزہ بھی رکھیں گے۔“، لیکن اگلا محرم آنے سے پہلے ہی حضور اقدس ﷺ وصال فرماگئے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٧٢٢: وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطَفَانَ بْنَ طَرِيفٍ الْمُرِّيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما يَقُولُ: حِينَ صَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ

اللهِ: إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ -إِنْ شَاءَ اللهُ- صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ». قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے بچنے کے لیے نو محرم کا روزہ رکھنے کا بھی حکم فرمایا، لیکن اگلا محرم آنے سے پہلے ہی ربیع الاوّل میں انتقال فرما گئے۔ اس لیے اس حدیث کی رو سے عاشورا کے روزے کے ساتھ 9 یا 11 تاریخ کو ملا کر دو روزے رکھنے چاہییں، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ:

- مسند احمد میں ہے:

٢١٥٤- قَالَ هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صُومُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَخَالِفُوا فِيهِ الْيَهُودَ، صُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا».

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٧٨٣٩- أخبرنا عبد الرزاق قال: أخبرنا بن جريج قال: أخبرني عطاء أنه سمع ابن عباس يقول في يوم عاشوراء: خالفوا اليهود، وصوموا التاسع والعاشر.

- اسی طرح شعب الایمان میں یہ حدیث ہے کہ:

٣٥١٠- أخبرنا ابو الحسين بن الفضل: نا عبد الله بن جعفر: نا يعقوب بن سفيان: حدثني الحميدي: نا سفيان عن بن أبي ليلى، عن داود بن علي، عن أبيه، عن جده: أن رسول الله ﷺ قال: «لئن بقيت لأمرت بصيام يوم قبله أو بعده يوم عاشوراء».

ان احادیث مبارکہ اور شرعی دلائل کی روشنی میں حضرات فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ یومِ عاشورا کا تنہا ایک روزہ رکھنا مکروہِ تنزیہی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مستحب اور بہتر یہی ہے کہ عاشورا کے ساتھ ایک اور روزہ نویں یا گیارہویں تاریخ کا ملا کر دو روزے رکھے جائیں اور یہی حضور اقدس ﷺ کی خواہش کے عین مطابق ہے۔

- جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے:

والظاهر أن صوم عاشوراء من القسم الثاني بل سماه في «الخانية» مستحبًّا فقال: ويستحب أن يصوم يوم عاشوراء بصوم يوم قبله أو يوم بعده؛ ليكون مخالفا لأهل الكتاب، ونحوه في «البدائع»، بل مقتضى ما ورد من أن صومه كفارة للسنة الماضية وصوم عرفة كفارة للماضية والمستقبلة كون صوم عرفة آكد منه، وإلا لزم كون المستحب أفضل من السنة وهو خلاف الأصل. تأمل ....... (وتنزيها كعاشوراء وحده) أي منفردا عن التاسع أو عن الحادي عشر. «إمداد»؛ لأنه تشبه باليهود، «محيط». قوله: (وسبت وحده)؛ للتشبه باليهود، «بحر». وهذه العلة تفيد كراهة التحريم، إلا أن يقال: إنما تثبت بقصد التشبه كما مر نظيره ط. قلت: وفي بعض النسخ: «وأحد» بدل قوله: «وحده»، وبه صرح في «التاترخانية» فقال: ويكرم صوم النيروز والمهرجان إذا تعمده ولم يوافق يوما كان يصومه قبل ذلك وهكذا قيل في يوم السبت والأحد. اه، أي يكره تعمد صومه إلا إذا وافق يوما كان يصومه قبل كما لو كان يصوم يوما ويفطر يوما أو كان يصوم أول الشهر مثلا فوافق يوما من هذه الأيام. وأفاد قوله: «وحده» أنه لو صام معه يوما آخر فلا كراهة؛ لأن الكراهة في تخصيصه بالصوم؛ للتشبه. وهل إذا صام السبت مع الأحد تزول الكراهة محل تردد؛ لأنه قد يقال: إن كل يوم منهما معظم عند طائفة من أهل الكتاب ففي صوم كل واحد منهما تشبه بطائفة منهم. وقد يقال: إن صومهما معا ليس فيه تشبه؛ لأنه لم تتفق طائفة منهم على تعظيمهما معا، ويظهر لي الثاني بدليل أنه لو صام الأحد مع الاثنين تزول الكراهة؛ لأنه لم يعظم أحد منهم هذين اليومين معا وإن عظمت النصارى الأحد وكذا لو صام مع عاشوراء يوما قبله أو بعده مع أن اليهود تعظمه.

(كتاب الصوم)

# محرم اور عاشورا کے روزوں سے متعلق چند اہم باتیں

مذکورہ بالا تفصیل سے چند اہم باتیں سامنے آتی ہیں:

1۔ ماہِ محرم کے روزے صرف نو اور دس محرم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس مہینے کے ہر ہر دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، اس لیے وسعت کے مطابق جس قدر چاہیں روزے رکھنا سعادت اور فضیلت کی بات ہے۔

2۔ ماہِ محرم کے روزوں میں خصوصی فضیلت دس محرم کے روزے کو حاصل ہے، جس کا اجر دیگر ایام کی بنسبت زیادہ ہے، جس کی تفصیل ماقبل میں بیان ہو چکی۔

3۔ تنہا عاشورا کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مستحب اور بہتر یہی ہے کہ عاشورا کے ساتھ ایک اور روزہ نویں یا گیارہویں تاریخ کا ملا کر دو روزے رکھے جائیں اور یہی حضور اقدس ﷺ کی خواہش کے عین مطابق ہے۔

بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ آجکل چوں کہ یہود عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے اس لیے اب مشابہت نہ رہی، جس کی وجہ سے عاشورا کے روزے کے ساتھ ایک اور روزہ ملانے کا حکم باقی نہیں رہا۔ لیکن اس بات سے اتفاق مشکل ہے کیوں کہ اول تو اس کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں کہ یہود عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے ہیں۔ دوم یہ کہ یہ کہنا ہی محلِّ نظر ہے کہ یہود آجکل یہ روزہ نہیں رکھتے کیوں کہ یہود کا وہ طبقہ جو مذہب کے ساتھ گہری وابستگی رکھتا ہے ان کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے ہوں گے۔ سوم یہ کہ اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ یہود آجکل عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے تب بھی حضور اقدس ﷺ کی خواہش کے پیشِ نظر دو روزے رکھنا ہی مستحب ہے کیوں کہ دین کے متعدد احکام ایسے بھی ہیں جو کسی مخصوص علت کی وجہ سے مشروع ہوئے تھے، لیکن بعد میں وہ علت نہ پائے جانے کے باوجود بھی سرانجام دیے جارہے ہیں، جیسے طوافِ قدوم میں رمل اس کی عمدہ مثال ہے کہ جو مکہ کے کفار کو قوت دکھانے کے لیے مشروع ہوا تھا لیکن وہ علت نہ پائے جانے کے باوجود بھی آج تک جاری ہے۔

4۔ اگر کوئی شخص تنہا عاشورا ہی کا روزہ رکھنا چاہے تو ناجائز نہیں بلکہ اس کو اس روزے کا پورا اجر ملے گا، اس لیے وہ

حضرات جو کسی وجہ سے دو روزے نہ رکھ سکتے ہوں تو وہ بھی عاشورا کا ایک ہی روزہ رکھ کر اس کی فضیلت حاصل کر سکتے ہیں، کیوں کہ ان دو روزوں میں سے اصل فضیلت عاشورا کے روزے کی ہے، جبکہ یہود کی مشابہت کی وجہ سے ایک اور روزہ ساتھ ملانا ایک اضافی معاملہ ہے۔

5۔ نو یا گیارہ محرم کے روزے سے متعلق کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں جیسا کہ عاشورا کے روزے کے لیے ثابت ہے، البتہ اس کے لیے یہی فضیلت کافی ہے کہ یہ محرم ہی کا ایک دن ہے اور محرم میں روزے رکھنا رمضان کے بعد سب سے زیادہ ثواب رکھتا ہے، اور دوسری وجہ فضیلت کی یہ قرار دی جاسکتی ہے کہ عاشورا کے روزے کے ساتھ 9 یا 11 محرم کا روزہ رکھنے کے نتیجے میں یہود کی مشابہت سے بچنے کی حضور ﷺ کی خواہش پر عمل نصیب ہوتا ہے۔

6۔ اوپر جو دو روزے رکھنے کی بات ذکر ہوئی تو اس میں اصل روزہ دس محرم کا ہے کہ دس کے ساتھ 9 یا 11 تاریخ کا روزہ ملانے کا استحبابی حکم ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس مہینے کے کسی اور دن روزہ رکھنا چاہے تو اس کے ساتھ کوئی اور روزہ ملانے کا حکم نہیں۔ اسی طرح اگر کسی نے نو محرم کا روزہ رکھ لیا اور وہ دس محرم کا روزہ کسی وجہ سے نہ رکھنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیوں نو محرم ماہِ محرم کا ایک عام دن ہے، اس کی اپنی فضیلت ہے لیکن اس کے ساتھ دس محرم کا روزہ ملانے کا حکم نہیں۔

7۔ محرم کے یہ روزے رکھنا زیادہ سے زیادہ مستحب عمل ہے، اس لیے اس کو ضروری سمجھنا اور اس معاملے میں حدود سے تجاوز کرنا ناجائز ہے۔

8۔ ماہِ محرم یہ روزے نفلی روزے کہلائے جاتے ہیں، اس لیے ان پر نفلی روزوں ہی کے احکام جاری ہوں گے۔

(مستفاد از: ردالمحتار، اصلاحی خطبات، ودیگر کتب)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

3 محرم الحرام 1442ھ/23 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 343:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 4 (تصحیح و نظر ثانی شدہ)

# ماہِ محرم میں شادی کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## ماہِ محرم میں شادی سے متعلق نحوست کا بے بنیاد نظریہ:

ہمارے معاشرے میں ماہِ محرم، صفر، شوّال اور ذوالقعدہ میں نکاح کرنے کو معیوب اور غلط سمجھا جاتا ہے بلکہ ان مہینوں میں نکاح کرنے کو نحوست کا باعث قرار دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نکاح کی تاریخ طے کرنے سے پہلے باقاعدہ ان مہینوں پر نظر رکھی جاتی ہے کہ اگر کہیں ان مہینوں میں نکاح کی تاریخ آرہی ہو تو بد فالی اور بد شگونی لیتے ہوئے اسے تبدیل کردیا جاتا ہے تاکہ ''نحوست'' سے حفاظت ہوسکے اور شادی کامیاب رہے۔

مہینوں کو منحوس قرار دینے کے معاملے میں علاقوں اور قوموں کے نظریات بھی مختلف ہیں کہ مختلف قومیں مختلف مہینوں کو منحوس قرار دیتی ہیں۔ خصوصًا بہت سے علاقوں میں یہ افسوس ناک صورتحال ماہِ محرم سے متعلق بکثرت دیکھنے کو ملتی ہے کہ ماہِ محرم کی نحوست سے بچنے کے لیے ماہِ ذوالحجہ ہی میں شادی بیاہ منعقد کرانے پر بہت زور دیا جاتا ہے حتی کہ ذوالحجہ کے آخر میں شادیوں کی بہتات کا یہ عالَم ہوتا ہے کہ علاقے بھر میں جگہ جگہ شادی بیاہ کی تقریبات دکھائی دیتی ہیں، اور عمومًا اس کی وجہ بھی صرف یہی ہوتی ہے کہ کہیں ماہِ محرم نہ آجائے اور اس کی نحوست ہماری شادی خانہ آبادی کو متاثر نہ کردے۔

ایسے بے بنیاد نظریات وتوہُّمات میں عمومًا خواتین زیادہ مبتلا ہوتی ہیں، اس لیے اس معاملے میں بھی مردوں کے مقابلے میں خواتین زیادہ دخل اندازی اور اصرار کرتی ہیں اور بھرپور کوشش کرتی ہیں کہ نکاح کی تاریخ ان نحوست والے مہینوں میں نہ آنے پائے۔ واضح رہے کہ ایسے معاملات میں خواتین کو مکمل اختیار دے دینا عمومًا دنیوی اور اُخروی خسارے کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لیے ایسے امور میں خواتین کو حکمت وبصیرت سے سمجھانا چاہیے، لیکن اگر وہ سمجھانے کے باوجود بھی وہ غیر شرعی باتوں پر اصرار کریں تو ان کی بات ہرگز تسلیم نہ کی جائے بلکہ شادی دینی تعلیمات کے مطابق ہی سرانجام دی جائے۔ افسوس کہ آج کا مسلمان دین اسلام کی تعلیمات سے کس قدر بے خبر ہے اور کس قدر بے بنیاد نظریات وتوہُّمات کا شکار ہے!! کاش کہ ہم دین اسلام کی تعلیمات سے آگاہ ہوتے اور اسی کے مطابق زندگی بسر کرتے!!

## ماہِ محرم میں شادی نہ کرنے سے متعلق عوام میں رائج متعدد نظریات:

ماہِ محرم میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات منعقد نہ کرنے سے متعلق عوام میں متعدد بے بنیاد اور غیر شرعی نظریات پائے جاتے ہیں:

1۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ چوں کہ اس ماہ میں سیدنا حضرت حسین اور ان کے جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت ہوئی ہے اس لیے یہ غم کا مہینہ ہے، اور غم کا تقاضا یہ ہے کہ خوشی نہ منائی جائے، اس لیے اس ماہِ محرم میں شادی بیاہ کی تقریبات منعقد نہیں کرنی چاہیے۔

2۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ چوں کہ اس ماہ میں سیدنا حضرت حسین اور ان کے جانثار رُفقائے کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت ہوئی ہے اس لیے اس میں نحوست آگئی ہے، اور نحوست سے بچنے کا تقاضا یہ ہے کہ اس ماہ میں شادی بیاہ جیسی خوشی کی تقریبات منعقد ہی نہ کی جائے۔

3۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ بعض لوگ کسی پسِ منظر کی رعایت کیے بغیر ویسے ہی لاعلمی میں اوروں کی دیکھا دیکھی اس ماہ میں شادی جیسی خوشیاں منعقد کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔

4۔ چوتھا نظریہ یہ ہے کہ ویسے بھی اس ماہ محرم میں شادی بیاہ کوئی فرض وواجب اور ضروری تو نہیں، اس لیے اس ماہ محرم میں شادی سے اجتناب کرلیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں تاکہ اس طرح عوام میں ماہ محرم سے متعلق رائج خیالات کی رعایت بھی ہوسکے اور ممکنہ نحوست سے بھی حفاظت ہوسکے۔

5۔ پانچواں نظریہ یہ ہے کہ بعض لوگ ماہِ محرم میں اس لیے شادی نہیں کرتے کہ وہ ناچ گانوں کے بغیر شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے لیکن ماہِ محرم کے احترام میں وہ ناچ گانوں کو مناسب نہیں سمجھتے، اس لیے وہ ماہِ محرم میں شادی سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس نظریے کا غیر شرعی ہونا تو بالکل ہی واضح ہے کیوں کہ ناچ گانے تو کسی بھی صورت جائز نہیں ہوسکتے۔

ان پانچ نظریات سمیت اس طرح کے تمام نظریات شریعت کی نظر میں واضح طور پر بے بنیاد اور غلط بلکہ

دین کے خلاف ہیں، اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس معاملے سے متعلق شریعت کی تعلیمات کو سمجھے تاکہ معاشرے میں رائج یہ غلط فہمیاں دور ہو سکیں۔

ذیل میں ان تمام غیر شرعی نظریات کا تفصیلی جواب ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان ماہ محرم سے متعلق ان بے بنیاد نظریات وتوہُّمات سے محفوظ ہو کر دین کی صحیح تعلیمات سے آگاہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھانے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## 1۔ سال کے تمام مہینے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں:

قمری اسلامی سال کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود ہی بنائے اور مقرر فرمائے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ آیت نمبر 36 میں فرماتے ہیں:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ (۳۶)

**ترجمہ:**

’’حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا (تقاضا) ہے۔‘‘ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قمری اسلامی سال کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں، جس سے قمری اسلامی سال اور اس کے مہینوں کی قدر وقیمت اور اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت، عظمت اور احترام والے ہیں، ان کو ’’اَشْهُرُ الْحُرُم‘‘ کہا جاتا ہے، یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے جن سے ان چار مہینوں کی تعیین بھی واضح ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ: ’’زمانہ اب اپنی اُسی ہیئت اور شکل میں واپس آگیا ہے جو اُس وقت تھی

جب اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا تھا (اس ارشاد سے مشرکین کے ایک غلط نظریے اور طرزِ عمل کی تردید مقصود ہے جس کا ذکر اسی سورتِ توبہ کی آیت نمبر 37 میں موجود ہے۔)، سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حُرمت (، عظمت اور احترام) والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں یعنی: ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ اور مُحرم، اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو کہ جُمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔"

٣١٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا: أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ».

## "اَشْهُرُ الْحُرُم" کی فضیلت کا نتیجہ اور اس کا تقاضا:

ان چار مہینوں (یعنی ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ، مُحرم اور رجب) کی عزت و عظمت اور احترام کی بدولت ان میں ادا کی جانے والی عبادات کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ گناہوں کے وبال اور عذاب میں بھی زیادتی ہوتی ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان مہینوں میں عبادات کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کا بخوبی اہتمام کرنا چاہیے۔ حضرات اہلِ علم فرماتے ہیں کہ جو شخص ان چار مہینوں میں عبادت کا اہتمام کرتا ہے اس کو سال کے باقی مہینوں میں بھی عبادات کی توفیق ہو جاتی ہے، اور جو شخص ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے تو سال کے باقی مہینوں میں بھی اسے گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔

(احکام القرآن للجصاص سورۃ التوبہ آیت: 36، معارف القرآن سورۃ التوبہ آیت: 36)

## حُرمت والے چار مہینوں کے تذکرے سے نحوست کے غلط عقیدے کی تردید:

حُرمت اور عظمت والے ان چار مہینوں کے خصوصی تذکرے اور ان کی فضیلت اور اہمیت سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ان سے متعلق عوام میں رائج نحوست، بدفالی اور بدشگونی کے تمام خیالات و توہمات غلط، بے بنیاد اور غیر شرعی ہیں۔

## ماہِ محرم کی حُرمت کا تقاضا:

جب ماہِ محرم کی عظمت و حرمت واضح ہوگئی تو اس کی عظمت اور برکت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ مہینہ شادی کے لیے نہایت ہی موزوں اور مناسب ہے تاکہ اس کی برکت سے شادی بھی بابرکت بنے، جیسا کہ مختلف مقدس مقامات کی برکتیں ہوتی ہیں اسی طرح مہینوں اور ایام کی برکتیں بھی ہوتی ہیں، تعجب ہے کہ اس قدر عظمت اور برکت والے مہینے میں شادی کو غلط یا منحوس کیسے سمجھا جاتا ہے!!

## 2۔ سال کے مہینوں کے احکامات بھی اللہ ہی کی طرف سے ہیں:

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ قمری اسلامی سال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ ہی نے اسے بنایا اور مقرر فرمایا ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اللہ ہی سال بھر کے احکامات کا نازل کرنے والا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کے ذریعے قرآن وسنت کی صورت میں امت کو سال بھر کے احکامات وتعلیمات بیان فرمادیے ہیں، ان احکامات میں اپنی طرف سے کمی یا زیادتی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی ہے، اور واضح رہے کہ قرآن وسنت میں ماہِ محرم میں شادی سے متعلق کسی قسم کی کوئی ممانعت یا نحوست کا ذکر نہیں۔

## 3۔ کسی مہینے میں شادی کو ناجائز، منحوس اور غلط قرار دینے کا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے:

کس مہینے میں شادی جائز ہے اور کس میں ناجائز؛ یہ طے کرنے کا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے کہ وہی حقیقی حاکم ہے، اس لیے بندوں کے پاس یہ اختیار نہیں کہ وہ دین میں اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے کسی مہینے میں شادی کو معیوب یا منحوس قرار دیں۔ اس لیے اس معاملے میں بھی شریعت ہی کی پیروی کی جائے گی کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ماہ محرم میں شادی کو منحوس یا ممنوع قرار نہیں دیا تو اس کے علاوہ کسی کے پاس بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی معتبر شرعی دلیل کے بغیر اس کو منحوس قرار دے۔

## 4۔ کسی مہینے میں شادی کرنے کو منحوس، معیوب یا غلط سمجھنا دین میں زیادتی ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کے ذریعے قرآن وسنت کی صورت میں امت کو سال بھر کے احکامات وتعلیمات بیان فرمادیے ہیں تو ان تعلیمات کی رُو سے سال کے کسی بھی مہینے اور کسی بھی تاریخ کو شادی کی ممانعت نہیں، بلکہ ہر مہینے میں شادی کرنا جائز ہے، اس لیے کسی مہینے میں شادی بیاہ کو غلط، منحوس یا معیوب سمجھنا دین میں اپنی طرف سے زیادتی کے زمرے میں آتا ہے جو کہ قرآن وسنت کی رُو سے سنگین جرم ہے۔

## 5۔ کسی مہینے میں شادی کرنے کو منحوس، معیوب یا غلط سمجھنا بِلا دلیل ہے:

ساتھ میں یہ واضح رہے کہ کسی مہینے میں شادی بیاہ کو غلط، منحوس یا معیوب سمجھنا ایک حکم شرعی کے زمرے میں آتا ہے، اور حکمِ شرعی کے لیے کوئی معتبر شرعی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ نحوست کا یہ نظریہ بِلا دلیل ہے جس کا قرآن وسنت اور شرعی دلائل سے کوئی ثبوت نہیں۔

## 6۔ نکاح میں بلاوجہ تاخیر ممنوع ہے:

نکاح ایک حکمِ شرعی ہے جو کہ حضور اقدس ﷺ کی محبوب سنت ہے، ایک تو اس کے سنت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے میں بلاوجہ تاخیر نہ کی جائے، دوم یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ: ’’اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا: ایک تو نماز میں تاخیر نہ کرنا جب اس کا وقت ہو جائے، دوم: نمازِ جنازہ میں تاخیر نہ کرنا جب وہ تیار ہو جائے، سوم: غیر شادی شدہ لڑکی کے نکاح میں تاخیر نہ کرنا جب اس کے ہم پلہ کوئی مناسب رشتہ مل جائے۔‘‘ جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے:

٢٧٤٣- أَخْبَرَنِي الشَّيْخُ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ: أَنْبَأَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ: حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُمَحِيُّ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثٌ يَا عَلِيُّ لَا تُؤَخِّرْهُنَّ: الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدَتْ كُفْؤًا».

اس لیے جب نکاح تیار ہو تو پھر نحوست کے اس بے بنیاد نظریے کو مد نظر رکھتے ہوئے ان مہینوں کی وجہ سے اس میں تاخیر کرنا نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ان تمہیدی اور اصولی امور کے بعد ماہِ محرم سے متعلق ان بے بنیاد نظریات کے بارے میں کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ضروری ہے تاکہ یہ مسئلہ مزید نکھر کر سامنے آجائے اور کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

## اسلام میں نحوست کا تصور:

چوں کہ بہت سے لوگ ماہ محرم میں شادی بیاہ کو منحوس قرار دیتے ہوئے اس میں نکاح سے اجتناب کرتے ہیں، اس لیے یہ یاد رہے کہ اسلام میں کسی دن، کسی مہینے، کسی سال یا کسی چیز کی نحوست کا کوئی تصور ہی نہیں، اس لیے نحوست کا یہ نظریہ ہی بے بنیاد ہے کیوں کہ کسی مہینے کو نحوست والا قرار دینے کے لیے کم از کم اتنا تو ضروری ہے کہ اسلام میں کسی مہینے کی نحوست کا کوئی تصور تو ہو، تو جب کسی مہینے کی نحوست کا کوئی تصور ہی اسلام میں نہیں تو اس سے خود بخود کسی مہینے کی نحوست سے متعلق تمام نظریات کی تردید ہو جاتی ہے۔

البتہ یہ یاد رکھیں کہ نحوست صرف اور صرف گناہ میں ہے، ساری نحوستیں اللہ کی نافرمانی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں، افسوس کہ آج کا مسلمان دِنوں اور مہینوں کو نحوست زدہ قرار دے کر ان میں شادی سے تو گریز کر لیتا ہے لیکن شادیوں میں اللہ کی نافرمانیاں نہیں چھوڑتا جو کہ نحوست کی اصل وجہ ہے!! شادی بیاہ میں ناچ گانے، مخلوط تقریبات اور ہندوانہ رسومات سمیت بہت سی اللہ کی نافرمانیاں عام ہو چکی ہیں، یہ اصل سبب ہے نحوست کا!! شیطان نے نحوست کے حقیقی اسباب و وجوہات ہماری نگاہوں سے پوشیدہ کر لی ہیں جن میں ہم مبتلا ہیں، اور اللہ کو ناراض کر کے شادی خانہ آبادی کی بجائے شادی خانہ بربادی کا سامان مہیا کیے جاتے ہیں!! شیطان نے ہماری نافرمانیوں کو کس قدر مزیّن کر کے پیش کیا ہے!! کس قدر شیطان نے گناہوں کی سنگینی دِلوں سے مٹا دی ہیں!! اللہ کی نافرمانی کس قدر ہلکی چیز تصور کی جاتی ہے!! اس لیے شادیوں میں نحوست سے بچنا ہو اور شادی کو کامیاب بنانا ہو تو اللہ کی نافرمانی سے بچیے اور شادی سنت کے مطابق کیجیے!!

- صحیح بخاری میں ہے:

٥٧٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ».

**ترجمہ:**

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”مرض کا اللہ کے حکم کے بغیر دوسرے کو لگنا، بدشگونی، مخصوص پرندے کی بدشگونی اور صفر کی نحوست؛ یہ ساری باتیں بے بنیاد ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔“

یہ حدیث یقیناً متعدد غلط فہمیوں کی اصلاح کے لیے کافی ہے۔

# کیا محرم غم کا مہینہ ہے؟

بہت سے لوگ حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے اس مہینے کو غم کا مہینہ سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اس مہینے میں شادی بیاہ بھی نہیں کرتے، مکان کی تعمیر بھی نہیں کرتے، خوشی کی کوئی بھی تقریب منعقد نہیں کرتے، جائز زیب وزینت اختیار نہیں کرتے، نئے کپڑے نہیں خریدتے اور نہ ہی پہنتے ہیں، عورتیں مہندی نہیں لگاتی۔ اسی طرح بعض لوگ غم کی وجہ سے اس مہینے میں سیاہ لباس پہنتے ہیں، سوگ مناتے ہیں؛ یہ تمام باتیں غیر شرعی ہیں۔ ماہِ محرم کو غم کا مہینہ قرار دینا اور اس کی بنا پر غم منانا ہرگز درست نہیں، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

## 1۔ المناک شہادت کی بنیاد پر محرم کے مہینے میں غم منانا بِلا دلیل ہے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت یقیناً ایک نہایت ہی المناک، غمناک اور روح فرسا واقعہ تھا، لیکن ان کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم کو غم کا مہینہ قرار دے کر غم منانا قرآن وسنت، شرعی دلائل اور جمہورِ امت سے ہرگز ثابت نہیں، اس لیے یہ بات بِلا دلیل ہے، یہ چیزیں کسی معتبر شرعی دلیل کے بغیر تسلیم نہیں کی جاسکتیں۔

## 2۔ پھر تو سارا سال غم منانا چاہیے!!

اگر حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی مظلومانہ شہادت کی وجہ سے کسی مہینے کو غم زدہ قرار دینا درست مان لیا جائے تو پھر اسلامی تاریخ ایسی ہی المناک سانحات سے بھری پڑی ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام کی المناک شہادتیں ہوئی ہیں، جیسا کہ حضرت حمزہ، حضرت صہیب، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر بہت سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دردناک شہادتیں امت کی تاریخ کا حصہ ہیں، تو پھر ان کی شہادتوں کی وجہ سے تو سال بھر کو غم والا قرار دے دینا چاہیے، ظاہر ہے کہ اسے کون تسلیم کر سکتا ہے۔ بلکہ سرکارِ دو عالم رحمتِ کائنات حضور ﷺ کے

وصال کے واقعے کے مقابلے میں امت کے لیے کونسا سانحہ بڑا ہو سکتا ہے؟! لیکن اس کی وجہ سے بھی ربیع الاول کو غم والا مہینہ قرار دے کر سوگ کے احکام جاری کرنا کہیں سے ثابت نہیں۔

## 3۔اسلام میں سوگ کی حقیقت اور اس کی مدّت:

کسی شخص کی وفات پر اس کے عزیز واقارب کے لیے سوگ منانے کا حکم یہ ہے کہ سوگ تین دن تک ہونا چاہیے، تین دن کے بعد بھی سوگ منانا دین کا تقاضا نہیں، اس لیے تین دن کے بعد سوگ منانا شریعت کے خلاف ہے۔ البتہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک ہے، لیکن اگر وہ حاملہ ہو تو اس کا سوگ بچے کی پیدائش تک ہے۔ اسی طرح بعض مطلقہ عورتوں کے لیے بھی سوگ کا حکم ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ (صحیح البخاری حدیث: 5334، احکامِ میت، فتاویٰ رحیمیہ)

- صحیح بخاری میں ہے:

٥٣٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هَذِهِ الأَحَادِيثَ الثَّلاثَةَ: قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ، فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ، خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَالِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

یہ حقیقت ہے اسلام میں سوگ کی اور یہی اس کی مدت ہے! اس سے اس غلط نظریے کی واضح تردید ہو جاتی ہے کہ سیدنا حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی مظلومانہ شہادت کی وجہ سے ماہ محرم کو غم زدہ قرار دینا چاہیے۔ یاد رہے کہ اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں!

## خلاصہ:

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم کو غم کا مہینہ قرار نہیں دیا جاسکتا تو اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے آجکل جو غم منانے کے طور پر مختلف کام کیے جاتے ہیں یا مختلف نظریات قائم کیے جاتے ہیں؛ یہ سراسر غیر شرعی اعمال و نظریات ہیں۔

## حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم میں نکاح نہ کرنے کا حکم

بہت سے لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم میں نکاح نہیں کرتے ہیں کہ یہ غم کا مہینہ ہے اور ان کی شہادت کا مہینہ ہے، یہ بات بھی شریعت کے خلاف ہے جس کی کافی تفصیل ما قبل میں ’’کیا محرم غم کا مہینہ ہے؟‘‘ کے عنوان سے بیان ہوچکی، البتہ چند مزید باتیں سمجھنے کی ہیں:

### 1۔ شہادت جیسی عظیم موت سے نحوست کا کوئی تعلق ہی نہیں:

شہادت تو نہایت ہی معزز اور مقدس چیز ہے، جو کہ امت کے خوش نصیب افراد کو عطا ہوتی ہے، اس لیے اس کی وجہ سے کسی مہینے یا دن میں نحوست کیسے آسکتی ہے؟؟ یہ کس قدر غلط بات ہے!!

### 2۔ شہادت کی وجہ سے کسی مہینے کے احکام تبدیل نہیں ہوسکتے:

قرآن وسنت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بڑی سی بڑی شخصیت کی شہادت کی وجہ سے کسی مہینے کے احکام پر اثر نہیں پڑتا کہ اس کی وجہ سے بعض جائز امور ناجائز یا ممنوع ٹھہریں، اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم کے احکام میں تبدیلی کا تصور قرآن وسنت کے مطابق نہیں، بلکہ واضح طور پر بلا دلیل ہے، خصوصاً جبکہ حضور اقدس ﷺ کو اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دے دی تھی لیکن پھر بھی حضور اقدس ﷺ نے محرم کے مہینے سے متعلق کسی بھی حکم میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔

## ماہِ محرم سے متعلق چوتھے نظریے کی تردید:

اس تحریر کی ابتدا میں ماہ محرم سے متعلق چار بے بنیاد نظریات کا ذکر ہوا تھا جن میں چوتھا نظریہ تھا کہ: ویسے بھی اس ماہ محرم میں شادی بیاہ کوئی فرض وواجب اور ضروری تو نہیں اس لیے اس ماہ محرم میں شادی سے اجتناب کر لیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں تاکہ اس طرح عوام میں ماہ محرم سے متعلق رائج خیالات کی رعایت بھی ہو سکے اور ممکنہ نحوست سے بھی حفاظت ہو سکے۔

یہ بات بھی غیر شرعی ہے جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

### 1۔ دین اسلام کی مکمل پیروی واجب ہے:

یہ واضح رہے کہ نظریاتی اور عملی طور پر دین اسلام کی مکمل پیروی واجب ہے، اور کامل اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات پر مکمل عمل پیرا ہوتے ہوئے اُن تمام نظریات اور اعمال سے براُت کا اعلان کیا جائے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم اور ان کے خلاف ہیں۔ دینی تعلیمات کے ساتھ ساتھ غیر شرعی امور کی کسی بھی درجے میں رعایت اللہ کے ہاں ہرگز قبول نہیں۔

اللہ تعالٰی نے قرآن کریم سورت بقرہ آیت نمبر 208 میں فرمایا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ.

**ترجمہ:** ”اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، یقین جانو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت کے شانِ نزول اور پسِ منظر پر بھی غور کر لیا جائے تو مزید بات واضح ہو گی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علمائے یہود میں سے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے سوچا کہ یہودی مذہب میں ہفتے کی تعظیم ضروری ہے اور اونٹ کا گوشت ممنوع ہے جبکہ اسلام میں ہفتے کے دن کی بے تعظیمی واجب نہیں اور اونٹ کا گوشت کھانا بھی واجب نہیں تو اگر میں ہفتے کے دن کی تعظیم کر لیا کروں اور اونٹ کا گوشت

کھانا چھوڑ دوں تو دینِ محمدی کے ساتھ ساتھ یہودی مذہب پر بھی عمل ہو جائے گا، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں فرمایا کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، یقین جانو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ جس سے حضرت عبد اللہ بن سلام کے اس خیال کی تردید فرمائی اور یہ واضح فرمادیا کہ دینِ اسلام کی مکمل پیروی واجب ہے، اس کے ساتھ ساتھ اُن تمام نظریات اور اعمال سے بالکلیہ برأت ضروری ہے جو کسی بھی درجے میں اسلامی تعلیمات سے متصادم اور ان کے خلاف ہوں۔

## 2۔ غیر شرعی نظریے کی تائید اور مشابہت:

اس بے بنیاد نظریے کی کسی درجے میں رعایت کرتے ہوئے ماہ محرم میں نکاح نہ کرنا درحقیقت اس غیر شرعی نظریے کی ایک حد تک تائید بھی ہے اور یہ غیر شرعی نظریہ رکھنے والوں کی مشابہت بھی ہے، اور یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔

## 3۔ غیر شرعی نظریے کی عملی تردید بھی باعثِ اجر وثواب ہے:

جب معاشرے میں ایسے غیر شرعی نظریات رائج ہوں تو ایسے میں ان کی عملی تردید بھی کرنی چاہیے تاکہ ان کا خاتمہ ہو سکے، اس میں اجر وثواب بھی ہے، اس لیے اس نظریے سے اس ماہ محرم میں شادی کی جائے کہ اس سے معاشرے میں رائج غیر شرعی نظریے کی تردید ہو سکے گی تو ان شاءاللہ باعثِ اجر وثواب ہو گا۔

# دیگر غیر شرعی نظریات کی اجمالی تردید

ماہِ محرم سے متعلق ماقبل کی تفصیلات سے اُن بہت سی بے بنیاد باتوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو کہ لوگوں میں رائج ہیں، جیسے:

- بعض لوگ ماہِ محرم خصوصا عاشورا کے دن کاروبار کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں گوشت کھانے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں میاں بیوی کی ہمبستری کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں کاروبار شروع کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں گھر کی تعمیر کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں سفر کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں عمدہ یا نیا لباس پہننے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں جائز زیب زینت کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں خوش رہنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں خوشی کی کوئی تقریب منعقد کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں آنکھوں میں سرمہ یا بالوں میں تیل لگانے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض خواتین ماہِ محرم میں مہندی لگانے کو اچھا نہیں سمجھتیں۔

اس طرح کی بہت سی باتیں لوگوں میں رائج ہیں۔ حالاں کہ ان کی کوئی ممانعت یا کراہت قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔ اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم کا نظریہ رکھتے ہوئے، یا نحوست کا یا کوئی اور غیر شرعی نظریہ رکھتے ہوئے ان سے اجتناب کرنا غیر شرعی نظریہ ہے۔

**خلاصہ: شادی سال بھر میں کسی بھی روز ممنوع، منحوس یا معیوب نہیں:**

خلاصہ یہ ہوا کہ شرعی اعتبار سے شادی سال بھر میں کسی بھی روز منع نہیں بلکہ جب بھی کرنی ہو اس کے لیے سال کے تمام ایام میں سے کسی بھی دن کا انتخاب کیا جاسکتا ہے، اس لیے جو لوگ محرم، صفر، شوال یا کسی بھی مہینے میں شادی بیاہ کو غلط اور منحوس سمجھتے ہیں ان کی یہ سوچ بے بنیاد ہے کیوں کہ قرآن وسنت سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں، ایسا نظریہ رکھنا دین کے سراسر خلاف ہے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
4 محرم الحرام 1442ھ/24 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 344:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 5 (تصحیح و نظر ثانی شدہ)

# کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم منانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے؟؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا غم منانا حضور ﷺ کی سنت ہے؟؟

حضور اقدس ﷺ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے نہایت ہی محبت تھی، وہ حضور اقدس ﷺ کے انتہائی محبوب نواسے تھے۔ جب حضور اقدس ﷺ کو ان کی شہادت کی خبر دی گئی کہ ان کو مظلومانہ طور پر شہید کر دیا جائے گا تو حضور اقدس ﷺ بہت ہی افسردہ ہوئے حتی کہ حضور اقدس ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جیسا کہ ’’مصنف ابن ابی شیبہ‘‘ کی اس حدیث سے واضح ہے:

٣٨٥٢٢- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُجَيٍّ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَافَرَ مَعَ عَلِي وَكَانَ صَاحِبَ مطْهَرَتِهِ حَتَّى حَاذَى نِينَوَى وَهُوَ مُنْطَلِقٌ إِلَى صِفِّينَ فَنَادَى: صَبْرًا أَبَا عَبْدِ اللهِ، صَبْرًا أَبَا عَبْدِ اللهِ، فَقُلْتُ: مَاذَا أَبَا عَبْدِ اللهِ؟ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَيْنَاهُ تَفِيضَانِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لِعَيْنَيْك تَفِيضَانِ أَأَغْضَبَك أَحَدٌ؟ قَالَ: «قَامَ مِنْ عِنْدِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ أَنْ فَاضَتَا».

اس مضمون کی روایات کو لے کر بعض حضرات یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا غم منانا اور ان کے غم میں رونا حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے، اسی طرح بعض لوگ یہ بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ماہِ محرم میں سیدنا حضرت حسین اور دیگر شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کی مظلومانہ شہادت کو یاد کر کے آنسو بہانا، رونا، مرثیے اور نوحے پڑھنا اور سوگ منانا؛ یہ سب حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے۔

واضح رہے کہ ان روایات سے یہ دعویٰ کسی طور ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی تائید ہوتی ہے، اس لیے یہ دعویٰ نہایت ہی بے بنیاد اور خود ساختہ ہے۔ آیئے اس دعوے کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

### پہلی بات:

اس مضمون کی احادیث میں حضور اقدس ﷺ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت پر افسردہ ہونے اور رونے کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ ان سے غایت محبت کا یہی تقاضا ہو سکتا ہے، اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کسی عزیز کی مظلومانہ شہادت پر شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے طبعی تقاضے کی بنیاد پر غم زدہ

ہونا، آنسو بہانا اور رونا جائز ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی یا کسی اور شخصیت پر ہونے والے ظلم کا تذکرہ آنے پر اگر کوئی شخص غم زدہ ہو جائے یا اس کے آنسو بہہ نکلے اور وہ رو پڑے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، یہ طبعی تقاضا بھی ہے۔ لیکن اس سے:

- نہ تو غم منانا ثابت ہو سکتا ہے۔
- نہ غم منانے کا اہتمام ثابت ہو سکتا ہے۔
- نہ ہی غم منانے کی ترغیب ثابت ہو سکتی ہے۔
- نہ ماہِ محرم کو غم والا مہینہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔
- نہ ہی نوحے اور ماتم کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔
- نہ ہی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر رونے کو سنت قرار دیا جا سکتا ہے۔
- نہ ہی غم زدہ ہونے کو حضرت حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص کیا جا سکتا ہے۔
- نہ ہی اس طرح کے دیگر غیر شرعی امور ثابت کیے جا سکتے ہیں۔

## دوسری بات:

حضور اقدس ﷺ کے رونے اور غم زدہ رہنے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یومِ شہادت پر یا ماہِ محرم میں نوحہ کرنے، چیخنے چلانے، واویلا کرنے، جاہلیت جیسی باتیں کرنے، گریبان اور کپڑے پھاڑنے، سر منڈانے، چہرہ پیٹنے، چہرہ نوچنے اور ماتم کرنے، اپنے آپ کو زخمی کرنے، نوحے پر مشتمل مرثیے پڑھنے، ایسے پروگرام نشر کرنے اور ان کاموں کے لیے جلسے منعقد کرنے جیسے تمام غیر شرعی کاموں کا ہرگز ثبوت نہیں ہوتا کیوں کہ یہ احادیث کی رو سے ناجائز ہیں۔

## تیسری بات:

ان جیسی احادیث سے غم زدہ ہو جانے کا تو ثبوت ملتا ہے، لیکن غم منانے کا ثبوت نہ تو ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور نہ کسی اور دلیل سے۔ یاد رہے کہ غم زدہ ہو جانے اور غم منانے، اسی طرح کسی موقع پر غمناک

واقعہ کا تذکرہ کرنے اور باقاعدہ اہتمام سے غم منانے میں فرق واضح ہے۔ امت کی تاریخ میں جلیل القدر شخصیات کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی یا شخصیت پر ہونے والے ظلم کا تذکرہ آنے پر غم زدہ ہو جانے یا آنسو بہہ پڑنے کے واقعات تو مل سکتے ہیں لیکن غم منانے یا دیگر غیر شرعی کام کرنے کا کوئی معتبر ثبوت نہیں ملتا۔

## چوتھی بات:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہونے پر حضور اقدس ﷺ کے رونے سے یہ بات ہر گز ثابت نہیں ہو سکتی کہ: ’’حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا غم منانا اور ان کے غم میں رونا حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے۔‘‘ اس کے تو معنی یہ ہوئے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ذکر پر رونا عبادت اور کارِ ثواب ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات دینی تعلیمات کے کس قدر خلاف ہے!! یہ بات اس لیے بھی درست نہیں کہ:

1۔ آجکل ایک بنیادی غلطی یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہونے والی ہر بات کو سنت قرار دیا جا رہا ہے، حضرات اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہ واضح غلطی اور علمی دنیا میں کس قدر کمزور بات ہے، کیوں کہ سنت ایک شرعی حکم اور اصطلاح ہے، اس کی اپنی ایک خاص تعریف ہے، کسی چیز کے سنت ہونے کے لیے کچھ اصول و شرائط ہیں، ہر حدیث سنت نہیں ہوا کرتی بلکہ حدیث اور سنت میں فرق ہے، حدیث سنت تب بنتی ہے جب اس میں سنت کی شرائط پائی جائیں۔ یہ تفصیل کا موقع نہیں البتہ بنیادی بات یہی ہے کہ ہر ثابت شدہ بات سنت نہیں ہوا کرتی۔ اس سے متعلق تفصیل کے لیے ’’تحفۃ العلماء افاداتِ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

جب یہ بات واضح ہو گئی تو پھر یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے کہ ہم حدیث سے ثابت ہونی والی ہر بات کو سنت سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ ایک مشہور و معروف واعظ نے بیان کے دوران کھڑے ہو کر پانی پیا تو پھر وضاحت کے طور پر یہ فرمایا کہ: ’’کھڑے ہو کر پانی پینا بھی میرے نبی کی سنت ہے۔‘‘ قارئین جانتے ہیں کہ یہ بات خود احادیث اور اکابر اہلِ علم کی تصریحات کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اسی غلط فہمی پر مبنی ہے جو کہ ابھی بیان

ہو چکی، اور خیر سے یہ بات بھی انھی کی فرمودہ ہے کہ: ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم میں رونا حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے۔'' غور کیا جائے تو ان باتوں کے پیچھے بنیادی غلطی یہی کارفرما ہے کہ حدیث سے ثابت ہونے والی ہر چیز کو سنت سمجھ لیا جاتا ہے۔

2۔ حضرات صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور اکابر اہلِ علم میں سے کسی نے اس کو سنت اور عبادت قرار نہیں دیا، اور نہ ہی ماہِ محرم میں غم منانے کے لیے کوئی محفل سجائی، نہ ہی کوئی اہتمام کیا اور نہ ہی ترغیب دی۔ گویا کہ غم منانے اور رونے کو سنت قرار دینے کا موقف جمہور اہل السنۃ کے بھی خلاف ہے۔

3۔ حضرات صحابہ، ائمہ مجتہدین اور اکابر اہلِ علم میں سے کسی نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم میں رونے کی تاکید یا ترغیب نہیں دی، اس لیے آج دی جانے والی یہ ترغیبات بھی جمہور اہل السنۃ کے خلاف ہیں۔

4۔ حدیث کی تشریح وہی معتبر ہوتی ہے جو مستند ماہرینِ دین سے منقول ہو، جبکہ ان احادیث کی تشریح میں اہل السنۃ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم منانے اور ان کے غم میں رونے کو سنت قرار نہیں دیا، اس لیے یہ خود ساختہ تشریح بے بنیاد ٹھہرے گی۔

5۔ ان احادیث کی بنیاد پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم منانے یا رونے کو سنت قرار دینا درحقیقت احادیث سے اخذ کیے جانے والے خود ساختہ نتائج ہیں، حالاں کہ جمہور اہل السنۃ سے ہٹ کر احادیث سے من پسند یا خود ساختہ نتائج اخذ کرنا نہایت ہی سنگین غلطی ہے کیوں کہ پھر تو یہ دین بازیچہ اطفال بن جائے گا۔

6۔ اگر حسین رضی اللہ عنہ کا غم منانا سنت ہوتا تو یہ غم خود حضور اقدس ﷺ نے کتنی بار منایا؟؟ کتنی بار اس کی ترغیب دی؟؟ حضور اقدس ﷺ کی سنت کے عاشق حضرات صحابہ کرام نے کتنی بار منایا؟؟ خصوصًا وہ صحابہ جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بھی تقریبا پچاس سال تک حیات رہے تو ان میں سے کتنے صحابہ نے غم منایا اور کتنے سال منایا؟؟ پھر ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور امت کے جلیل القدر اکابر نے کب منایا اور کب اس کو سنت قرار دیا؟؟ اور کب اس کی ترغیب وتاکید فرمائی؟؟

7۔اور اگر شہدا کا غم منانا دین کا حصہ ہوتا تو حضور اقدس ﷺ دیگر شہدا صحابہ کی یاد میں بھی ہر سال مناتے اور اس کی ترغیب دیتے، اسی طرح حضرات صحابہ اور امت کے جلیل القدر اکابر بھی غم مناتے اور ترغیب دیتے، حالاں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

## پانچویں بات:

قرآن وسنت میں کسی عزیز کی فوتگی یا شہادت میں رونے یا غم زدہ رہنے کو عبادت قرار نہیں دیا گیا کیوں کہ یہ شریعت کا مزاج ہی نہیں۔ واضح رہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پر حضور ﷺ کا رونا بھی طبعی تقاضے اور غایتِ محبت کی بنیاد پر تھا، نہ کہ عبادت یا کارِ ثواب ہونے کی بنیاد پر۔ اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم منانے کو سنت قرار دینا واضح طور پر بے بنیاد بات ہے۔

## چھٹی بات:

یہ بات خوب سمجھنی چاہیے جو کہ بہت ہی اہم ہے کہ غم کے موقع پر شریعت کا مزاج غم بڑھانے، غم پیدا کرنے، غم کے اسباب مہیا کرنے یا غم منانے کا نہیں، بلکہ غم دور کرنے کا ہے، غم کے خاتمے اور غم مٹانے کا ہے، جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1۔کسی عزیز کی وفات پر اس کے عزیز واقارب کے لیے سوگ تین دن تک قرار دیا گیا ہے، تین دن کے بعد بھی سوگ منانا دین کا تقاضا نہیں، اس لیے تین دن کے بعد سوگ منانا شریعت کے خلاف ہے۔ البتہ جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک ہے، لیکن اگر وہ حاملہ ہو تو اس کا سوگ بچے کی پیدائش تک ہے، ایسی عورت پر تو سوگ واجب ہے، اسی طرح بعض طلاق یافتہ عورتوں کے لیے بھی سوگ کا حکم ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ (صحیح البخاری حدیث: 5334، احکامِ میت، فتاویٰ رحیمیہ)

2۔شریعت نے تعزیت کو مسنون قرار دیا ہے جو کہ غم دور کرنے اور صبر وتسلی کا بنیادی سبب ہے۔

3۔پھر تعزیت کے الفاظ سے متعلق شریعت کا مزاج یہ ہے کہ تعزیت درحقیقت تسلی دینے اور صبر کی تلقین

کرنے کا نام ہے، نہ کہ مزید غم بڑھانے کا، اس لیے اس موقع پر ایسے الفاظ کہنے سے اجتناب کرنا چاہیے جن سے میت کے لواحقین کے غم میں اضافہ ہو، اس سے ان مَردوں اور خصوصًا خواتین کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ جو میت کے گھر داخل ہوتے ہی رونا دھونا، چیخنا چِلّانا یا نَوحہ شروع کر دیتی ہیں، جس سے میت کے لواحقین کے غم میں مزید اضافہ ہوتا ہے، حالاں کہ ان کو تو چاہیے کہ وہ میت کے لواحقین کے لیے تسلی اور صبر کا ماحول فراہم کریں، نہ کہ غم بڑھانے کے اسباب مہیا کریں، بہر حال یہ طرزِ عمل ترک کرنا ضروری ہے۔

(احکامِ میت، حسنِ معاشرت اور آدابِ زندگی از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

4۔ پھر یہ بھی تعلیم دی ہے کہ تعزیت ایک ہی بار کرنی چاہیے، ایک سے زائد مرتبہ تعزیت کرنا مناسب نہیں، اس سے ان لوگوں کی غلطی سامنے آجاتی ہے جو بار بار تعزیت کے لیے جاتے ہیں جو لواحقین کے لیے غم میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ (ردالمحتار، در مختار، عالمگیریہ، احکامِ میت)

5۔ ساتھ میں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ تعزیت تین دن تک کسی بھی دن کی جاسکتی ہے، تین دن کے بعد تعزیت کرنا مناسب نہیں، البتہ اگر تعزیت کرنے والا سفر پر ہو یا میت کے لواحقین سفر پر ہوں یا کسی اور عذر کی وجہ سے تین دن کے اندر تعزیت کا موقع نہ ملے تو تین دن کے بعد بھی تعزیت کی جاسکتی ہے۔

(ردالمحتار، احکامِ میت، فتاویٰ رحیمیہ)

6۔ پھر تعزیت میں بھی اجتماع کرنا یا مجمع لگانا اچھا قرار نہیں دیا گیا بلکہ تعزیت کے لیے جاکر متعلقہ افراد سے تعزیت کرکے اگر ہو سکے تو لواحقین کے ساتھ کسی معاملے میں تعاون کیا جائے، ورنہ تو وہاں سے واپس آجائے اور اپنے کاموں میں مشغول ہوجائے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میت کے ہاں مجمع لگانے کو نوحہ سمجھتے تھے۔ اور نوحے کی مذمت اور ممانعت احادیث سے ثابت ہے۔

٦٩٠٥: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ بَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنِيعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهِ مِنَ النِّيَاحَةِ.

اس تفصیل اور اہم نکات سے شریعت کا مزاج بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ شریعت کا مزاج غم بڑھانے، غم پیدا کرنے، غم کے اسباب مہیا کرنے یا غم منانے کا نہیں بلکہ غم دور کرنے کا ہے، غم کے خاتمے اور غم مٹانے کا ہے۔ اس لیے غم منانے کو سنت قرار دینا بذاتِ خود شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

## ساتویں بات:

اپنے کسی عزیز کی فوتگی یا شہادت پر قرآن وسنت کی تعلیمات یہی ہیں کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی کرتے ہوئے صبر سے کام لیا جائے، اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم منانے کو سنت قرار دینا درحقیقت صبر اور رضا بالقضا جیسی دینی تعلیمات ہی کے خلاف ہے۔

## آٹھویں بات:

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر غم منانے یا رونے کو سنت قرار دے کر ترغیب دینا درحقیقت اُس مخصوص طبقے کے موقف کی تائید کے زمرے میں آتا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم مناتے ہیں، نوحے پڑھتے ہیں، ماتم کرتے ہیں اور اس طرح کے دیگر غیر شرعی افعال کے مرتکب ہوتے ہیں، جبکہ امت مسلمہ کی تاریخ میں جمہور اہل السنۃ نے ہمیشہ اس طبقے کے مذکورہ غیر شرعی نظریات واعمال کی تردید فرمائی ہے اور آج بعض حضرات ان کو جواز فراہم کر رہے ہیں!!

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

5 محرم الحرام 1442ھ/25 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 345:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 6 (تصحیح و نظرِ ثانی شدہ)

# نوحہ اور ماتم کرنے کا شرعی حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## نوحہ اور ماتم کرنے کا شرعی حکم:

ماہِ محرم خصوصًا عاشورا کے دن سیدنا حسین اور دیگر اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی شہادت کے غم میں نوحہ اور ماتم کرنے کا رواج عام ہوچکا ہے، مرثیے پڑھے جاتے ہیں، نوحے اور ماتم کے پروگرام اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں، پوسٹیں بناکر شیئر کی جاتی ہیں، الغرض غم پھیلانے، غم بڑھانے، خود رونے اور دوسروں کو رُلانے کا بھرپور مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام کام شریعت کی تعلیمات اور مزاج دونوں کے خلاف ہیں۔ قرآن وسنت سے واقف اور ان کے پیروکار اہل السنۃ والجماعۃ نے کبھی ان کو جائز قرار نہیں دیا، حالاں کہ اہل السنۃ والجماعۃ سے زیادہ حضرت حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کے مقام اور مرتبے کو سمجھنے والا کون ہے؟؟

نوحے اور ماتم سمیت مذکورہ تمام کاموں کے ناجائز ہونے کی وجوہات درج ذیل ہیں:

## مصائب کے آنے پر صبر ہی دینی تعلیم ہے:

شریعت نے غم لاحق ہونے یا عزیز واقارب کے فوت ہونے پر صبر کی تلقین کی ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رکھتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر صبر کا حکم دیا ہے اور اس کے فضائل وانعامات بیان فرمائے ہیں، احادیث میں بھی حضور اقدس ﷺ نے مصائب پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی ہے، یہ ساری صورتحال کسی مسلمان سے مخفی نہیں۔ اس لیے نوحہ اور ماتم کرنا صبر اور رضا بالقضا جیسی عظیم دینی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔

چنانچہ صبر کی تلقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (١٥٥) الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (١٥٦) أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (١٥٧)

**ترجمہ:** ”اور دیکھو ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے کبھی خوف سے، اور کبھی بھوک سے، اور کبھی مال وجان اور

پھلوں میں کمی کر کے۔ اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں تو ان کو خوشخبری سنا دو، (۱۵۵) یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ "ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے،" (۱۵۶) یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی جانب سے خصوصی عنایتیں ہیں اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں۔ (۱۵۷)" (آسان ترجمہ قرآن)

اسی طرح صبر کی فضیلت سے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "مؤمن کا معاملہ بہت ہی اچھا ہے، اس کا ہر معاملہ خیر والا ہے، اور یہ مؤمن کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں ہے، مؤمن کو جب کوئی خوشی ملتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، تو یہ بھی اس کے لیے خیر کا ذریعہ ہے، اور اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے خیر کا ذریعہ ہے۔"

- صحیح مسلم میں ہے:

٧٦٩٢- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَجَبًا لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ! إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ».

2۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! اگر تو مصیبت پہنچتے وقت ہی سے صبر سے کام لے اور ثواب کی امید رکھے تو میں تیرے لیے جنت سے کم بدلہ دینے پر راضی نہیں ہوں گا۔"

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

١٥٩٧- عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَقُولُ اللهُ سُبْحَانَهُ: ابْنَ آدَمَ، إِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُولَى لَمْ أَرْضَ ثَوَابًا دُونَ الْجَنَّةِ».

3۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "بندے کے لیے اللہ کے ہاں ایک مقام و مرتبہ مقرر ہوتا ہے لیکن یہ بندہ

اپنے عمل کی وجہ سے اس تک پہنچ نہیں پاتا، تو اللہ اس کو اس کی جان، مال یا اولاد کے معاملے میں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے، حتی کہ وہ اس مرتبے تک پہنچ جاتا ہے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہوتا ہے۔''

- سنن ابی داود میں ہے:

٣٠٩٢- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ -وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ- قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلاهُ اللهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ -قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ:- ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذَلِكَ -ثُمَّ اتَّفَقَا- حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ تَعَالَى».

## نوحہ اور ماتم کرنا رِضا بالقضاء کے خلاف ہے:

ایک مؤمن کی شان یہی ہونی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے پر راضی رہے کہ یہی ایک بندے کے لیے مناسب ہے، اس لیے غم کے موقع پر نوحہ کرنا، چیخنا چلانا اور ماتم کرنا اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہ ہونے کی نشانی ہے جو کہ نہایت ہی سنگین غلطی ہے!

## نوحہ اور ماتم نہایت ہی سنگین گناہ اور غیر شرعی عمل ہے:

شریعت نے اپنے عزیز کی فوتگی پر اعتدال کے ساتھ غم زدہ ہونے کی اجازت دی ہے، اس میں آنسو بہانا صبر و تحمل کے خلاف نہیں بلکہ غم کا طبعی تقاضا ہے، البتہ بلند آواز سے رونا چیخنا، چلانا، اللہ سے شکایات کرنا، تقدیر کے فیصلوں سے خوش نہ ہونا، جسم یا چہرے کو پیٹنا، گریبان چاک کرنا؛ یہ تمام ایسے امور ہیں جن سے شریعت منع کرتی ہے، اس سے متعلق چند احادیث مبارکہ ترجمہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں تاکہ نوحے اور ماتم کے گناہ کی سنگینی کا اندازہ ہوسکے:

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''دو چیزیں ایسی ہیں جو کفر ہیں: ایک تو نسب میں طعنہ دینا، اور دوسری چیز میت پر نوحہ کرنا۔''

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٣٦- عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ».

2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’تین چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کے زمرے میں آتی ہیں: غم میں گریبان چاک کرنا، میت پر نوحہ کرنا اور نسب میں طعنہ دینا۔‘‘

- صحیح ابن حبان میں ہے:

١٤٦٥- كَرِيمَةُ بِنْتُ الْحَسْحَاسِ الْمُزَنِيَّةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَهُوَ فِي بَيْتِ أُمِّ الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثٌ مِنَ الْكُفْرِ بِاللهِ: شَقُّ الْجَيْبِ، وَالنِّيَاحَةُ، وَالطَّعْنُ فِي النَّسَبِ».

ان احادیث سے نوحہ کرنے، غم میں گریبان چاک کرنے، کپڑے پھاڑنے کی شدید وعید بیان فرمائی گئی ہے کہ یہ کفر اور اہلِ کفر کے کام ہیں، مسلمانوں کے نہیں، اس لیے یہ کام حرام اور شدید گناہ ہیں، مسلمانوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

3۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ابلیس چیخنے اور واویلا کرنے لگا، اس کا لاؤ لشکر اس کے پاس آکر جمع ہوا تو ابلیس نے کہا کہ تم اس بات سے مایوس ہو جاؤ کہ ہم آج کے بعد امتِ محمدیہ کو شرک میں مبتلا کر پائیں گے، لیکن تم ان کے دین میں ان کو فتنے میں مبتلا کرو اور ان میں نوحہ پھیلادو۔

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

١٢١٤٩- عَنْ سَعِيدِ بن جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا افْتَتَحَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ رَنَّ إِبْلِيسُ رَنَّةً، اجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ جُنُودُهُ، فَقَالَ: ايْئَسُوا أَنْ نُرِيدَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى الشِّرْكِ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا، وَلَكِنِ افْتُنُوهُمْ فِي دِينِهِمْ، وَأَفْشُوا فِيهِمُ النَّوْحَ.

معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں نوحہ پھیلنا ابلیس کی چاہت ہے، اس سے نوحہ کرنے کی شدید مذمت ثابت ہوتی ہے کہ اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔

4۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’وہ ہم میں سے نہیں جو (مصیبت کے وقت) چہرے کو پیٹے، گریبان کو پھاڑے اور جاہلیت جیسا واویلا اور نوحہ کرے۔‘‘

- صحیح بخاری میں ہے:

١٢٩٤- عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ».

5۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں جو میری امت نہیں چھوڑے گی: اپنے حسب نسب پر فخر کرنا، دوسروں کے نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا، میت پر نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والی عورت اگر توبہ کیے بغیر مر جائے تو اسے قیامت کے دن اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کا کرتہ اور خارش والی قمیص ہوگی۔‘‘

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٢٠٣- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ: حَدَّثَنَا أَبَانٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى أَنَّ زَيْدًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: الْفَخْرُ فِي الأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الأَنْسَابِ، وَالاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ»، وَقَالَ: «النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ».

6۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ’’میں نے دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کیا ہے: ایک تو مصیبت کے وقت چیخنا، چہرہ نوچنا اور گریبان پھاڑنا، اور دوسری شیطانی مرثیہ خوانی۔‘‘

- سنن الترمذی میں ہے:

١٠٠٥- عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ، فَوَجَدَهُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَوَضَعَهُ فِي حِجْرِهِ فَبَكَى، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَتَبْكِي؟ أَوَلَمْ تَكُنْ نَهَيْتَ عَنِ الْبُكَاءِ؟ قَالَ: «لَا، وَلَكِنْ نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ، خَمْشِ وُجُوهٍ، وَشَقِّ جُيُوبٍ، وَرَنَّةِ شَيْطَانٍ».

**7۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اُس شخص پر جو مصیبت کے وقت سر منڈوائے، چہرہ پیٹے یا کپڑے پھاڑے۔**

- سنن النسائی میں ہے:

١٨٦٦- عَنِ الْقَرْثَعِ قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ أَبُو مُوسَى صَاحَتِ امْرَأَتُهُ فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتِ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: بَلَى، ثُمَّ سَكَتَتْ، فَقِيلَ لَهَا بَعْدَ ذَلِكَ: أَيُّ شَيْءٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَعَنَ مَنْ حَلَقَ أَوْ سَلَقَ أَوْ خَرَقَ.

**8۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”فرشتے اُس عورت کے لیے رحمت کی دعا نہیں کرتے جو مصیبت کے وقت نوحہ کرنے والی ہو اور واویلا کرنے والی ہو۔“**

- مسند احمد میں ہے کہ:

٨٧٤٦- عَنْ أَبِي مِرَايَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تُصَلِّي الْمَلَائِكَةُ عَلَى نَائِحَةٍ وَلَا عَلَى مُرِنَّةٍ».

**9۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”دو آوازیں دنیا میں بھی ملعون ہیں اور آخرت میں بھی: خوشی کے وقت موسیقی اور مصیبت کے وقت واویلا اور نوحہ کرنا۔“**

- مسند البزار میں ہے کہ:

٧٥١٣- شَبِيب بن بشر البجلي قال: سَمِعْتُ أنس بن مالك يقول: قال رَسُول اللهِ ﷺ:

«صوتان ملعونان في الدنيا والآخرة: مزمار عند نعمة، ورنة عند معصيبة».

10۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔

- سنن النسائی میں ہے:

٣١٣٠- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ.

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے بھی وعید ہے جو اپنی رضا اور رغبت سے نوحہ سنتے ہیں۔

## احادیث کا حاصل:

ان تمام احادیث مبارکہ سے واضح طور پر مصیبت کے وقت نوحہ کرنے، چیخنے چلانے، واویلا کرنے، جاہلیت جیسی باتیں کرنے، گریبان اور کپڑے پھاڑنے، سر منڈانے، چہرہ پیٹنے، چہرہ نوچنے اور ماتم کرنے جیسے تمام غیر شرعی کاموں کی شدید مذمت اور ان سے متعلق سخت وعیدیں ثابت ہوتی ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ نوحے پر مشتمل مرثیے پڑھنا، ایسے پروگرام نشر کرنا، ان کاموں کے لیے جلسے منعقد کرنا، ایسی پوسٹیں اور پیغامات شیئر کرنا، ان مجالس میں شرکت کرنا، ان کی تعریف اور حوصلہ افزائی کرنا، ان امور کے لیے چندہ دینا یا کسی اور طرح کا تعاون کرنا؛ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔ ان احادیث کو مد نظر رکھنے کے بعد کوئی بھی مسلمان مرد یا عورت ان مذکورہ بالا امور کی ہمت اور جرأت نہیں کر سکتا۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
6 محرم الحرام 1442ھ/ 26 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 349:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 10 (تصحیح و نظرثانی شدہ)

# کیا ماہِ محرّم کی عظمت سیّدُنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے؟؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## کیا ماہِ محرّم کی عظمت سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے؟؟

بہت سے لوگوں اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ ماہِ محرم یا دس محرم کو جو فضیلت حاصل ہے وہ سیدنا حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے ہے، واضح رہے کہ یہ بات متعدد وجوہات کی وجہ سے درست نہیں:

### 1۔ کسی مہینے کی فضیلت کے لیے شرعی ثبوت ضروری ہے:

کسی سال، مہینے یا دن کی فضیلت ثابت شدہ امور میں سے ہوا کرتے ہیں، یعنی یہ اپنی طرف سے بیان نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کا قرآن وسنت اور شرعی دلائل سے ثبوت ضروری ہوا کرتا ہے، جبکہ قرآن وسنت سے یہ بات ثابت ہی نہیں کہ ماہِ محرم اور عاشورا کو فضیلت سیدنا حضرت حسین اوران کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے ملی۔ من ادّعی فعليه البرهان

### 2۔ حضور ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے محرّم کو باعثِ فضیلت قرار نہیں دیا:

حضور اقدس ﷺ کو سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بخوبی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے بعض فرشتوں کے ذریعے ان کی شہادت کی خبر دے دی تھی، لیکن اس کے باوجود بھی حضور ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو محرم اور عاشورا کی فضیلت کی وجہ قرار نہیں دی۔

### 3۔ماہِ محرم اور یومِ عاشورا کی فضیلت پہلے ہی سے طے شدہ ہے:

ماہِ محرم اُن چار مبارک مہینوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات بناتے وقت ہی سے حُرمت اور عظمت عطا فرمائی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ آیت نمبر 36 میں فرماتے ہیں:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ (۳۶)

## ترجمہ:

’’حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا (تقاضا) ہے۔‘‘ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قمری اسلامی سال کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں، جس سے قمری اسلامی سال اور اس کے مہینوں کی قدر وقیمت اور اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت، عظمت اور احترام والے ہیں، ان کو ’’**اَشْهُرُ الْحُرُم**‘‘ کہا جاتا ہے، یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے جن سے ان چار مہینوں کی تعیین بھی واضح ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ: زمانہ اب اپنی اُسی ہیئت اور شکل میں واپس آگیا ہے جو اُس وقت تھی جب اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا تھا (اس ارشاد سے مشرکین کے ایک غلط نظریے اور طرزِ عمل کی تردید مقصود ہے جس کا ذکر اسی سورتِ توبہ آیت نمبر 37 میں موجود ہے۔)، سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حُرمت (، عظمت اور احترام) والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں یعنی: ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ اور مُحرم، اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو کہ جُمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔

٣١٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا: أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ».

## یومِ عاشورا کی فضیلت:

جہاں تک دس محرم کی فضیلت کا تعلق ہے تو وہ بھی پہلے ہی سے طے شدہ ہے حتیٰ کہ یہود بھی اس دن کو

عظمت اور احترام والا سمجھتے تھے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی تھی، اور فرعون کو اپنی قوم سمیت غرق کر دیا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

٢٧١٤: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ «مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِى تَصُومُونَهُ؟» فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، أَنْجَى اللّٰهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا، فَنَحْنُ نَصُومُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ»، فَصَامَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

اسی طرح احادیث میں حضور اقدس ﷺ نے اس دن کی فضیلت بھی بیان فرمائی، اور اس دن روزہ رکھنا اجر کا باعث قرار دیا، چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ عاشورا کے دن کے روزے اور ماہِ رمضان کے روزوں کو دیگر ایام پر فضیلت دیتے تھے۔

٢٠٠٦: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ.

اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”عاشورا کے دن روزہ رکھنے سے پچھلے ایک سال کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“

٢٨٠٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ -قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ- عَنْ غَيْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِى قَتَادَةَ .... «صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ، وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ».

اس تفصیل سے بخوبی معلوم ہوا کہ ماہِ محرم اور یومِ عاشورا کی فضیلت پہلے ہی سے طے ہے، جبکہ واقعہ کربلا تو بہت بعد میں سن 61ہجری میں پیش آیا، اس لیے اس ماہِ محرم کی فضیلت میں حضرات شہدائے کربلا کی شہادت کو کوئی دخل نہیں، اس لیے یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ ان کو فضیلت حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار

احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے ملی۔

## 4۔ماہِ محرم کی فضیلت اور حضرت حسین کی شہادت سے متعلق مناسب موقف:

اس معاملے میں یوں کہنا مناسب اور درست ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے لیے محرم کا مبارک مہینہ اور عاشورا کا مبارک دن اس لیے منتخب فرمایا کہ یہ مہینہ اور دن فضیلت والا تھا، یعنی اللہ نے اس مقدس مہینے اور مبارک دن کو اپنے مقبول بندے کی شہادت کے واسطے منتخب فرمایا، گویا کہ ماہِ محرم یا عاشورا کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہوئی بلکہ خود سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس دن شہید ہونے کی فضیلت حاصل ہوئی۔

(خطباتِ حکیم الامت، احسن الفتاویٰ، ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

10 محرم الحرام 1442ھ/30 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر346:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 7 (تصحیح و نظر ثانی شدہ)

# ماہِ محرم خصوصًا نویں یا دسویں محرم کو سبیلیں لگانے، حلیم پکانے یا کھانے تقسیم کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

# ماہِ محرم خصوصًا نویں یا دسویں محرم کو سبیلیں لگانے، حلیم پکانے یا کھانے تقسیم کرنے کا حکم

بہت سے لوگ ماہِ محرم خصوصًا نویں اور دسویں محرم کو سبیلیں لگا کر دودھ یا شربت پلاتے ہیں، حلیم، چاول یا دیگر کھانے پکا کر تقسیم کرتے ہیں، اپنے اس عمل کے فضائل اور فوائد بھی بیان کرتے ہیں حتی کہ اس عمل کے جواز کے لیے خود ساختہ دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ تمام تر چیزیں بدعات اور گناہ کے زمرے میں آتی ہیں جن سے اجتناب کرنا ضروری ہے، جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ ماہِ محرم اور خصوصًا نویں اور دسویں محرم کو سبیلیں لگانے یا کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرنے کا قرآن وسنت، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے کوئی ثبوت نہیں، بلکہ یہ چیزیں شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

2۔ اگر اس عمل سے مقصود اپنی ذات کے لیے صدقہ دینا ہے تو واضح رہے کہ صدقہ سال بھر میں کسی بھی دن دیا جاسکتا ہے، اور صدقہ میں کوئی بھی جائز چیز دی جاسکتی ہے، لیکن اس کے لیے مہینہ یا دن خاص کرنا یا صدقہ میں کوئی چیز خاص کرنا شریعت کے خلاف ہے۔

3۔ اگر ان کاموں سے مقصود شہدائے کربلا کے لیے ایصالِ ثواب ہے تو واضح رہے کہ ایصالِ ثواب کے لیے نہ تو کوئی دن یا مہینہ خاص ہے، اور نہ ہی صدقے میں کوئی خاص چیز دینا ضروری ہے، اس لیے ایصالِ ثواب کے لیے بھی مہینہ یا دن خاص کرنا یا ایصال ثواب میں کوئی چیز خاص کرنا شریعت کے خلاف ہے۔

4۔ بعض لوگ یہ چیزیں اس لیے تقسیم کرتے ہیں تاکہ شہدائے کربلا خوش ہوں، تو اگر اس سے مراد ایصالِ ثواب پہنچا کر ان کو خوش کرنا ہے تو اس کا حکم بیان ہوچکا، اور اگر اُن کا تقرُّب حاصل کرنا مقصود ہو (جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کا تقرُّب حاصل کرنے کے لیے بہت سے کام سرانجام دیتے ہیں) تو یہ غیر اللہ کو خوش کرنے کی خاطر نیکی کرنے کے زمرے میں آتا ہے جو کہ حرام اور نہایت ہی خطرناک بلکہ شرکیہ کام ہے۔

5۔ بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ چوں کہ شہدائے کربلا پر پانی بند کردیا گیا تھا اس لیے پیاس کی حالت میں ان

کی شہادت ہوئی، اس لیے یہ سبیل کا پانی اور شربت ان تک پہنچتا ہے، تو واضح رہے کہ اول تو پانی پہنچنے کا عقیدہ ہی شرعی اور عقلی دونوں اعتبار سے بے بنیاد ہے، شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں، اور نہ ہی عقل اس کو تسلیم کرسکتی ہے۔ دوم یہ کہ شہدائے کربلا کی شہادت پیاس کی حالت میں ہونے سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ اب تک پیاسے ہوں گے، بلکہ تعجب ہے ان شہدائے کربلا کے ساتھ محبت کا دعوی کرنے والوں پر کہ ایک طرف تو ان کے لیے شہادت کا اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ تسلیم کرتے ہیں اور پھر دوسری طرف ان کو اب تک پیاسا بھی مانتے ہیں، تو کیا شہادت کی وجہ سے ان کو جنت کے جامِ طہور عطا نہ ہوئے ہوں گے ؟؟ کیا وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہوئے ہوں گے ؟؟ ان نعمتوں کے مقابلے میں اس دنیا کے پانی کی کیا حیثیت ہے ؟؟ بہر حال یہ بے بنیاد بات ہے۔

خلاصہ یہ کہ ماہِ محرم خصوصًا نویں اور دسویں محرم کو خصوصیت کے ساتھ سبیلیں لگا کر دودھ یا شربت پلانا، حلیم، چاول یا دیگر کھانے پکا کر تقسیم کرنا؛ یہ تمام تر چیزیں بدعات اور گناہ کے زمرے میں آتی ہیں جن سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

# محرم کی بدعات پر مشتمل کھانوں اور سبیلوں کے کھانے پینے کا شرعی حکم

1۔ شریعت ہر مسلمان سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ سنت وشریعت کی پیروی کرتے ہوئے بدعات اور غیر شرعی کاموں سے خود بھی اجتناب کریں اور دوسروں کو بھی بدعات اور غیر شرعی کام ترک کرنے کی ترغیب دے۔

2۔ اسی طرح ہر وہ کام جس سے بدعات اور غیر شرعی کاموں کی ترویج، اشاعت اور حوصلہ افزائی ہوتی ہو اس سے بھی مکمل اجتناب کرے، کیوں کہ یہ بھی گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے بدعات اور غیر شرعی امور پر مشتمل مجالس یا کاموں کے لیے چندہ دینا، کسی بھی قسم کا تعاون کرنا، ان کی تعریف کرنا، ان کے لیے دعوت یا مہم چلانا، ان میں شرکت کرنا یا اس طرح کا کوئی بھی کام کرنا جس سے بدعات کو تقویت ملے؛ یہ سب شریعت کے خلاف ہیں۔ واضح رہے کہ شریعت کا مزاج بدعات اور ناجائز امور کی حوصلہ شکنی کا ہے۔

3۔ اس لیے محرم کی بدعات پر مشتمل کھانے اور سبیلوں کی مجالس اور مقامات میں شریک ہونا ناجائز ہے کیوں کہ اس سے بدعات کی شان وشوکت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کو قوت اور رواج میسر آتا ہے۔

4۔ البتہ اگر کوئی شخص بدعات پر مشتمل یہ کھانا پینا کسی کے ہاں بھیج دے تو ایسی صورت میں مسئلہ واضح رہے کہ اگر حرمت کی کوئی اور وجہ موجود نہ ہو تو محض بدعت کی وجہ سے وہ کھانا پینا اپنی ذات میں حرام نہیں ہو جاتا، البتہ کوشش یہی کی جائے کہ اسے وصول ہی نہ کیا جائے اور ان کے سامنے صحیح صورتحال واضح کی جائے، یا اگر وصول ہی کرنا پڑے تب بھی ان کے سامنے صحیح صورتحال واضح کی جائے کہ یہ چیزیں شریعت کے مطابق نہیں اور نہ ہی ہم اس کے قائل ہیں، وصول کرنے کی صورت میں اس کھانے پینے سے اجتناب کرتے ہوئے کسی غریب کے ہاں بھیج دیا جائے تاکہ بدعات کی نفرت دل میں برقرار رہے اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، اور جب لینے والے نہ رہیں گے تو دینے والے خود بخود یہ بدعات ترک کر دیں گے، البتہ اگر خود ہی کھا لیا جائے تو حرام نہیں بشرطیکہ حرمت کی کوئی اور وجہ موجود نہ ہو، البتہ اجتناب کرنے ہی میں احتیاط ہے، خصوصًا وہ شخص تو خصوصی اجتناب کرے جو کہ مقتدا ہو، تاکہ بدعات کا خاتمہ ہو سکے۔ البتہ اگر کسی نے حرام مال سے یہ کھانا پینا تیار کیا ہے یا غیر اللہ کی نذر ونیاز کی نیت سے کوئی جانور ذبح کر کے کوئی کھانا تیار کیا ہے تو اس کا حرام ہونا واضح ہے، اور جہاں ماحول اور افراد

کی اعتقادی حالت مشتبہ ہونے کی وجہ سے پہچان نہ ہوتی ہو تو وہاں بھی وصول نہ کرنے ہی میں احتیاط ہے۔

5۔ جو شخص صحیح العقیدہ مسلمان ہے اور اس کے ہاں سے عام ایام میں بھی کھانے پینے کی چیزیں گھر آتی رہتی ہیں اور وہ دس محرم کو بھی ایسی کوئی چیز بھیجے اور یہ کہے کہ میں نے کسی بھی غلط نظریے سے نہیں بھیجی ہے تو اس کا کھانا بالکل درست ہے البتہ بھیجنے والا کوشش یہ کرے کہ محرم کی بدعات کے خاتمے کے لیے دس محرم کو یہ اہتمام نہ ہو تو اچھا ہے۔

6۔ اگر کوئی شخص اپنے ہی اہل و عیال کے لیے عمدہ کھانا پینا تیار کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ یومِ عاشورا کو اہل و عیال پر وُسعت کرنے والی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے، البتہ ایسے کھانے پینے تیار کرنے سے اجتناب کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے جو دیگر لوگ خصوصیت کے ساتھ ان ایام میں بدعات کا ارتکاب کرتے ہوئے تیار کر کے تقسیم کرتے ہیں۔

(تفصیل ملاحظہ فرمائیں: ماہِ محرم الحرام کے فضائل و احکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم، فتاویٰ عثمانی و دیگر کتب)

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
7 محرم الحرام 1442ھ/ 27 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 347:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 8 (تصحیح و نظر ثانی شدہ)

# دس محرم کو اہل و عیال پر نان نفقہ میں وسعت کرنے کی شرعی حیثیت

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## دس محرم کو اپنے اہل و عیال پر نان نفقہ میں وسعت کرنے کی شرعی حیثیت:

متعدد احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص اپنے آپ پر اور اپنے اہل و عیال پر عاشورا کے دن (کھانے پینے اور دیگر اخراجات وغیرہ میں) وسعت اور فراخی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر پورا سال وسعت فرمائیں گے۔ یہ احادیث اگرچہ انفرادی طور پر ضعیف ہیں لیکن ایک دوسرے کے لیے تقویت کا سبب بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اس لیے مجموعی طور پر ان احادیث سے ثابت شدہ مذکورہ بات قابلِ قبول ہے، امت کے جلیل القدر اہلِ علم اور حضرات اکابر نے بھی ان روایات کو قبول فرمایا ہے۔ روایات ملاحظہ فرمائیں:

### حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جو اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر عاشورا کے دن (کھانے پینے اور دیگر اخراجات وغیرہ میں) وسعت اور فراخی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر پورا سال وسعت فرمائیں گے۔‘‘

- الاستذکار میں ہے:

١٤٢٩٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ قَاسِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَكَمٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ وَسَّعَ عَلَى نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ».

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ’’شعب الایمان‘‘ میں متعدد صحابہ کرام سے اس مضمون کی روایات نقل فرمائی ہیں:

### حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت:

٣٥١٢- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغِفَارِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ ابْنُ أَخِي مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ

عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَى أَهْلِهِ طُولَ سَنَتِهِ».

هَذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ، وَرُوِيَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ كَمَا:

## حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت:

٣٥١٣- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي عَلِيٍّ الْحَافِظُ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَزَّازُ بِبَغْدَادَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ كَزَال: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُهَاجِرٍ الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا هَيْصَمُ بْنُ شُدَّاخٍ الْوَرَّاقُ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، ح: وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ خُشَيْشٍ التَّمِيمِيُّ الْمُقْرِئُ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ دُحَيْمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَاصِمٍ الْجُرْجَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: حَدَّثَنَا هَيْصَمُ بْنُ شُدَّاخٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ وَسَّعَ عَلَى عِيَالِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ فِي سَائِرِ سَنَتِهِ». تَفَرَّدَ بِهِ هَيْصَمٌ عَنِ الْأَعْمَشِ.

*حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت "المعجم الکبیر للطبرانی" میں بھی ہے۔*

## حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت:

وأَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عِيسَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مِينَاء، عَمَّنْ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ.

٣٥١٤- أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ الصَّفَّارُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ خِدَاشٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ: حَدَّثَنِي أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ مِينَاء عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ».

*حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کی روایت "المعجم الاوسط للطبرانی" میں بھی موجود ہے۔*

## حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

٣٥١٥- أَخْبَرَنَا أَبُو سَعْدٍ الْمَالِينِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَهْوَازِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ سَهْلٍ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ وَسَّعَ عَلَى عِيَالِهِ وَأَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ».

## مذکورہ روایات سے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ کا فیصلہ:

یہ تمام احادیث نقل کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن چوں کہ ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں اس لیے مجموعی اعتبار سے ان میں قوت آجاتی ہے:

هَذِهِ الْأَسَانِيدُ وَإِنْ كَانَتْ ضَعِيفَةً فَهِيَ إِذَا ضُمَّ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ أَخَذَتْ قُوَّةً، وَاللهُ أَعْلَمُ.

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

- الاستذکار میں ہے:

١٤٢٩٧- حَدَّثَنَا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَضَّاحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْعَابِدُ عَنْ بُهْلُولِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ.

## امام ابراہیم بن محمد بن منتشر تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

- الاستذکار میں ہے:

١٤٢٩٩- وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَإِبْرَاهِيمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ: مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ فِي عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ.

## حضرت جابر رضی اللہ عنہ، امام یحیی بن سعید اور امام سفیان رحمہم اللہ کا تجربہ:

"الاستذکار" میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، امام یحیی بن سعید اور امام سفیان رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اسے حق ہی پایا۔

١٤٢٩٥- قَالَ: جَابِرٌ: جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ كَذَلِكَ.

١٤٢٩٨- قَالَ: يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: جَرَّبْنَا ذَلِكَ فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا.

١٤٣٠٠- قَالَ سُفْيَانُ: جَرَّبْنَا ذَلِكَ فَوَجَدْنَاهُ كَذَلِكَ.

## خلاصہ:

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ دس محرم کو اپنے اہل وعیال، ملازمین وغیرہ پر عام دنوں کے مقابلے میں نان نفقہ، کھانے پینے، لباس پوشاک اور دیگر ضروریات اور اخراجات سے متعلق وسعت اور فراخی کرنا اچھی بات ہے، یہ ایک مباح عمل ہے، البتہ اس کو باقاعدہ عمومی دعوت کی شکل نہ دی جائے کہ محلے میں اسے تقسیم کرنے کا سلسلہ شروع کیا جائے، اسی طرح اس کو ضروری بھی نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس کو شرعی حدود سے آگے بڑھایا جائے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
8 محرم الحرام 1442ھ/28 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 348:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 9 (تصحیح و نظر ثانی شدہ)

# یومِ عاشورا سے متعلق چند غیر معتبر روایات

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## یومِ عاشورا سے متعلق چند غیر معتبر روایات:

عوام میں یومِ عاشورا سے متعلق متعدد ایسی روایات عام ہیں جو کہ منگھڑت یا غیر معتبر ہیں، ذیل میں ان میں سے چند روایات اور ان کا حکم ذکر کیا جاتا ہے۔

**روایت** 1: جو شخص عاشورا کے دن سرمہ لگائے گا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

**روایت** 2: جو شخص عاشورا کے دن غسل کرے گا تو اسے مرضِ موت کے سوا کوئی مرض لاحق نہ ہوگا۔

**روایت** 3: جس شخص نے عاشورا کے دن کسی مریض کی عیادت کی گویا کہ اس نے اولادِ آدم کے تمام مریضوں کی عیادت کی۔

**تبصرہ:**

یہ تمام روایت غیر معتبر ہیں، اس لیے ان پر یقین رکھنا اور انھیں آگے پھیلانا درست نہیں۔

- اللآلىء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة:

ومن اغتسل يوم عاشوراء لم يمرض إلا مرض الموت، ومن اكتحل يوم عاشوراء لم ترمد عيناه تلك السنة كلها، ومن أمر يده على رأس يتيم فكأنما أمرها على يتامى ولد آدم كلهم، ومن عاد مريضًا يوم عاشوراء فكأنما عاد مرضى ولد آدم كلهم: موضوع، ورجاله ثقات، والظاهر أن بعض المتأخرين وضعه وركّبه على هذا الإسناد. (كتاب الصيام)

- تذكرة الموضوعات للعلامة محمد طاهر بن علي الهندي الفَتنِي:

فِي «الْمُخْتَصر»: «مَنِ اكْتَحَلَ بِالإِثْمِدِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ لم ترمد عينه أبدا» لجَماعَة مَرْفُوعا، قَالَ الْحَاكِم: مُنكر. قلت: بل مَوْضُوع كَمَا قَالَ ابْن الْجَوْزِيّ، قَالَ المذنب: وَكَذَا قَالَ الصغاني. وَفِي «اللآلئ» ضَعِيف الْإِسْنَاد بِمرَّة: «مَنِ اكْتَحَلَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ بِإِثْمِدٍ فِيهِ مِسْكٌ عُوفِيَ مِنَ الرَّمَدِ»، فِيهِ من هُوَ غير ثِقَة. (بَابُ الْفَاضِلَةِ مِنَ الأَوْقَاتِ وَالأَيَّامِ وَالْجُمُعَة وعاشوراء والكحل وسعة الرزق وَخلق كل شَيْء فِيهِ والشهور وَأَيَّام النحس وَمَا حدث فِيهَا من الْبدع)

- الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة:

مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ لَمْ يَمْرَضْ إلا مَرَضَ الْمَوْتِ، وَمَنِ اكْتَحَلَ يَوْمَ عَاشُوراءَ لَمْ تَرْمَدْ عَيْنَاهُ تِلْكَ السَّنَةَ كُلَّهَا، وَمَنْ أَمَرَّ يَدَهُ عَلَى رَأْسِ يَتِيمٍ فَكَأَنَّمَا أَمَرَّ يَدَهُ عَلَى يَتَامَى ولدِ آدَمَ كُلِّهِمْ، وَمَنْ عَادَ مَرِيضًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَكَأَنَّمَا عَادَ مَرْضَى ولدِ آدَمَ كُلِّهِمْ. أَخْرَجَهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ وَقَالَ: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ بَعْضَ الْمُتَأَخِّرِينَ وَضَعَهُ وَرَكَّبَهُ عَلَى هَذَا الإِسْنَادِ، وَقَالَ ابْن عراق: قلب، قَالَ الذَّهَبِيّ: أَدخل عَليّ أَبِي طَالِبٍ مُحَمَّد بْن أَحْمَدَ العشاوي أَحَد رِوَاتِهِ فَحَدَّثَ بِهِ بِسَلامَةِ بَاطِن، وَفِي سَنَدِهِ أَبُو بَكْرٍ النَّجَّارُ وَقَدَ عَمَى بِآخِرِهِ، وَجَوَّزَ الْخَطِيبُ أَنْ يَكُونَ أَدْخَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مِمَّا أَدْخَلَ عَلَيْهِ انْتَهَى. وَمن الْأَحَادِيث الْوَارِدَة فِي يَوْم عَاشُورَاء أَحَادِيث فضل الاكتحال فِيهِ، وَهِي لَا تَخْلُو من ضعف شَدِيد بل هِيَ مَوْضُوعَة.

(فَضْلُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَصِيَامِهِ)

- المصنوع في معرفة الحديث الموضوع:

٣١٣- حَدِيثُ: «مَنِ اكْتَحَلَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ بِالإِثْمِدِ لَمْ تَرْمَدْ عَيْنُهُ أَبَدًا» مَوْضُوعٌ، ابْتَدَعَهُ قَتَلَةُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

- عمدة القاري شرح صحيح البخاري:

النوع السادس: ما ورد في صلاة ليلة عاشوراء ويوم عاشوراء وفي فضل الكحل يوم عاشوراء لا يصح، ومن ذلك حديث جويبر عن الضحاك عن ابن عباس رفعه: «من اكتحل بالإثمد يوم عاشوراء لم يرمد أبدا»، وهو حديث موضوع وضعفه قتلة الحسين رضي الله تعالى عنه. وقال الإمام أحمد: والاكتحال يوم عاشوراء لم يرو عن رسول الله ﷺ فيه أثر وهو بدعة.

(باب صيام يوم عاشوراء)

- فيض القدير شرح الجامع الصغير:

٨٥٠٦- (من اكتحل بالإثمد يوم عاشوراء لم يرمد أبدا)؛ لأن في الاكتحال به مزية للعين وتقوية للبصر ومدد للروح متصل ببصر العين فإذا اكتحل فذهبت الغشاوة وصل النفع إلى

بصر الروح ووجد له راحة وخفة فإذا كان ذلك منه في ذلك اليوم نال البركة فعوفي من الرمد. (هق) عن الحاكم عن عبد العزيز بن محمد عن علي بن محمد الوراق عن الحسين بن بشر عن محمد بن الصلت بن جويبر عن الضحاك (عن ابن عباس) ثم قال -أعني البيهقي-: إسناده ضعيف بمرة، قال: وجويبر ضعيف، والضحاك لم يلق ابن عباس اه. وقال الحاكم: منكر، وأنا أبرأ إلى الله من عهدة جويبر. فقال السخاوي: قلت بل هو موضوع. وقال الزركشي: لا يصح فيه أثر وهو بدعة. وقال ابن رجب في «لطائف المعارف»: كل ما روي في فضل الاكتحال والاختضاب والاغتسال فيه موضوع لا يصح. وقال ابن حجر: حديث إسناده واه جدا. وأورده ابن الجوزي في «الموضوعات» من هذا الوجه بسند ليس فيه غير أحمد بن منصور وهو إسناد مختلف بهذا المتن قطعا اه.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

9 محرم الحرام 1442ھ/ 29 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 697:

سلسلہ ماہِ محرم کے فضائل، احکام اور منکرات نمبر: 10 (تصحیح و نظر ثانی شدہ)

# تحقیقِ حدیث:

# ماہِ محرم کے پہلے جمعہ کو روزہ رکھنے کی فضیلت!

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

# تحقیقِ حدیث: ماہِ محرم کے پہلے جمعہ کو روزہ رکھنے کی فضیلت!

**حدیث:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس شخص نے ماہِ محرم کے پہلے جمعہ کو روزہ رکھا تو اُس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔‘‘

## تحقیقِ حدیث:

مذکورہ روایت حضرت شیخ عبد الرحمٰن صفوری رحمہ اللہ نے ’’نزہۃ المجالس‘‘ میں کسی سند اور حوالے کے بغیر ذکر فرمائی ہے:

- نزهة المجالس ومنتخب النفائس:

وعن أنس رضي الله عنه عن النبي ﷺ: «من صام أول جمعة من المحرم كفر له ما تقدم من ذنبه». (باب فضل صيام عاشوراء وصيام الأيام البيض والسود أيضا)

جبکہ احادیث کی کتب سے اس کا کوئی بھی ثبوت نہیں ملتا۔ اس لیے اس روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کو ثابت تسلیم کیا جاسکتا ہے، اس لیے اس روایت کو ثابت ماننے اور اسے بیان کرنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ گویا کہ احادیث سے ماہِ محرم کے پہلے جمعہ کے روزے کی کوئی اضافی فضیلت ثابت نہیں، البتہ چوں کہ ماہِ محرم میں ہر دن روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے اس لیے اگر کوئی اس حیثیت سے جمعہ کو ماہِ محرم کا ایک عام دن سمجھتے ہوئے روزہ رکھے تو جائز بلکہ باعثِ ثواب عمل ہے، لیکن ماہِ محرم کے پہلے جمعہ کے روزے کو بے اصل اضافی فضیلت دینے اور اسی بنیاد پر اس دن روزہ رکھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
4 محرم الحرام 1443ھ/ 13 اگست 2021